

گوٹے کا شاہکار

قاؤسٹ

از
ریاضی بی۔ اے

ہندوستانی لٹریچر سوسائٹی کچھنئی لاہور

بیش لفظ

جرمنی کے جادو نگار ڈراما نویس اور شاعر گوٹے کی عظمت اسی سے ظاہر ہے کہ علامہ اقبال مرحوم نے اس کے دیوانِ مغرب کے جواب میں پیامِ مشرق لکھ کر فارسی شاعری میں بیش بہا اضافہ فرمایا۔ اور بانگِ درا میں غالب کو مخاطب کرتے ہوئے گوٹے کی نسبت لکھا: گلشنِ ویر میں تیرا ہمنوا خوابیدہ ہے۔ گوٹے کا معرکتہ الٹرا ڈراما فاؤسٹ زندگی کے حقائق کا آئینہ دار ہے۔ اور مضمون میں آیا ہے۔ کہ ابتدائی زمانہ میں ایک وقت علامہ اقبال مرحوم نے ارادہ ظاہر فرمایا تھا۔ کہ اگر موقع ملے۔ تو فاؤسٹ کا جرمن سے اردو میں ترجمہ کر دوں۔ اگر یہ درست ہے۔ تو اسی سے اس کتاب کی عظمت و اہمیت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

ہیرے کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں۔ اور جس پہلو سے بھی اس پر نگاہ ڈالی جائے۔ اس کی چمک دمک اور درخشندگی میں ایک نئی شانِ دلاویزی پائی جاتی ہے۔ یہی حال فاؤسٹ کا ہے۔ دنیا کی ہر زبان میں اس کے بیشمار ترجمے ہو چکے ہیں۔ محض انگریزی ہی میں اس کے ترجموں کی تعداد درجن سے کم نہیں۔ اردو زبان میں بھی اس کے اس وقت تک دو ترجمے شائع ہو چکے ہیں۔ لیکن ابھی تک سرزمین پنجاب سے جو اردو ادب کا گہوارہ ہے۔ اس بے نظیر ڈرامے کا کوئی ترجمہ شائع نہیں ہوا تھا۔ محترم مترجم ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں، کہ انہوں نے اس کمی کو پورا کر دیا ہے۔ یہ ترجمہ انگریزی زبان کی ایک ایسی کتاب سے کیا گیا ہے۔ جو آکسفورڈ یونیورسٹی کے دو پروفیسروں کی متفقہ مساعی کا نتیجہ ہے۔

اردو ترجمے کی زبان شگفتہ اور رنگین ہونے کے ساتھ ساتھ عام فہم اور سلیس ہے۔ اور اس میں ایسی روانی پائی جاتی ہے۔ کہ پڑھنے والا یہ محسوس نہیں کرتا کہ وہ ترجمہ پڑھ رہا ہے۔

جن لوگوں کو ترجمے کی کٹھن اور سنگلاخ وادی میں کام کا اتفاق ہوا ہے۔ وہی

کچھ ان مشکلات کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ جو ایک مترجم کو ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرتے وقت پیش آتی ہیں۔ ہم جناب صوفی ریاض حسین صاحب کو مبارکباد دیتے ہیں۔ کہ وہ ان مشکلات سے نہایت کامیابی کے ساتھ عہدہ برآ ہوئے ہیں۔ اور اس ترجمہ سے انہوں نے اردو ادب میں قابل قدر اضافہ کیا ہے۔

حکیم محمد یوسف حسن

ایڈیٹر نیرنگ خیال۔ لاہور

انتساب

میں اپنی اس ناچیز ادبی کوشش کو

اپنے برادرِ مکرم

جناب میاں محمد حسین صاحب صوفی بی۔ اے

ریٹائرڈ گزٹڈ پوسٹما سٹر

کے نام مبارک کے ساتھ منسوب کرتا ہوں۔ جن کے احسانات

عظیم سے میں تازہ لیست عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

نیازمند

ریاض

جملہ حقوق محفوظ

جرمنی کے شہر آفاق فلسفی ڈاکٹر گوستے

کا
نشاہد کار

حسنین سیالوی

قاوسر ط

مترجمہ

جناب صوفی ریاض حسین حیدری بی آ

پبلشرز

ہندوستانی لٹریچر کمپنی - فلمینگ روڈ - لاہور

قیمت ع

تعارف

جناب صوفی ریاض حسین صاحب حیدری بی سہ ملکہ قوم کمطرت مستحق صد شکر یہ تبریک میں کہ انہوں نے جرمنی کے سب سے بڑے شاعر اور مسلم البشوت فلسفی ڈرامہ نگار گوٹے کے شہرہ آفاق رومانی شاعر فاؤسٹ (FAUST) کا ترجمہ کر کے اردو ادب میں قابل فخر اضافہ کیا ہے۔

فاؤسٹ کی یہ خصوصیت کس قدر ممتاز ہے۔ کہ کسی شہور سے شہور شاعر ڈرامہ نگار کی کسی تصنیف کے متعلق بصورت ترجمہ یا بصورت تبصرہ اتنا نہیں لکھا گیا جتنا کہ فاؤسٹ پر لکھا گیا ہے۔ فاؤسٹ کو اتنی اہمیت اور شہرت کیوں حاصل ہے اس لئے؟ کہ وہ گوٹے کی تصنیف ہے؟ نہیں، بلکہ اس لئے کہ چند دیگر ناولوں یا ڈراموں کے علاوہ جو اس کی شہرت دوام کے موجب ہوں یا دور فاؤسٹ ہی نے اس کے سر پر کامیابی کا تاج رکھا اور گوٹے کو گوٹے بنایا۔

گوٹے کے آباد اجداد کیا علم و فضل، کیا جاہ و منصب کے مالک نہ تھے۔ اس کا پر ادا اہنس کر سچین گوٹے ایک نعل بند اور اس کا دادا جارج فرڈرک ایک رزی تھا۔ جارج فرڈرک خیاطی کے سلسلے میں فرنیچورٹ میں سکونت پذیر ہوا تھا۔ اور یہیں دکان کر لی تھی لیکن دوسری شادی ایک سہرائے کے مالک کی لڑکی سے ہونے پر وہ فرنیچورٹ میں ایک خوشحال مالک سرائے کی حیثیت سے زندگی بسر کرنے لگا۔

جارج کا بیٹا جان کیسر (Johann Kiser) نے لیننگ میں قانون پڑھا، پھر اٹلی کا سفر کیا۔ اسکے بعد فرنیچورٹ میں واپس آکر آزاد شہر کی حکومت کا رکن بننے کی کوشش کی، مگر ناکام رہا۔ ۱۷۹۱ء میں جان کیسر کی کیتھرائن ایلزبتھ سے شادی ہوئی کیتھرائن فرنیچورٹ کے سٹی میجر سٹی جان ولف گینگ ٹیکٹر کی بیٹی تھی۔ گوٹے اسی کیتھرائن کے لپٹن سے ۱۷۹۴ء میں پیدا ہوا کیتھرائن ایک نہایت ذہین، خوش دماغ، خوش اخلاق تعلیم یافتہ خاتون تھی جو ایک بلند پایہ شاعر و

ڈرامہ نگار کے حق میں بہترین ماں کہی جاسکتی تھی۔

گوئیٹے علوم متداولہ میں دستگاہ کافی رکھتا تھا۔ فن ادب، شعر و شاعری، مصوری، ڈرامنگ کے علاوہ جن سے اسے خاص دلچسپی تھی۔ وہ فن طب اور علم نجوم میں بھی کافی اہلکار رکھتا تھا۔ بڑی بات یہ تھی کہ اوائل عمر ہی میں اسکی ماں کی دوست سو سینی کستھارین فان کسٹن برگ نے جو عیسائی پادریوں کے حلقہ سے تعلق رکھتی تھی۔ اپنے قیام فرنیفورٹ کے دوران میں گوئیٹے کے خیالات میں (جسکا ابھی عنفوان شباب تھا) تصوف کا رنگ بھردیا تھا۔

گوئیٹے اپنی عمر کے سترھویں سال میں فرنیفورٹ سے قانونی تعلیم کیلئے لینزگ آیا۔ اس نے اپنے ابتدائی دور تعلیم میں جو فسانے یا ڈرامے اور ادبی مضامین لکھے تھے۔ انکو لغو اور بیکار سمجھ کر نذر آتش کر دیا۔ اس کو اپنی عمر میں عشق و محبت کے کئی حادثے پیش آئے۔ بڑی حد تک تو وہ ان سے متاثر تھا۔ پھر ابتداً عمر سے ہی اسکی زندگی میں ایسے واقعات رونما ہوتے رہے۔ یقیناً اسکے دماغ پر اپنے اثرات چھوڑ جاتے رہے۔ مثلاً وہ ابھی دس سال کا ہی تھا کہ وٹسٹا میں (دوران جنگ ہفت سالہ) فرانسیزیوں نے ملکہ میرینیا تھیرسیا کی رفاقت میں فرنیفورٹ پر قبضہ کر لیا۔ اسکا باپ فریڈرک عظیم کا حامی تھا۔ اسلئے اس خاندان کو گونا گوں مصائب کا ہدف بننا پڑا۔ فرانسیزی فوجیں شہر میں داخل ہوئیں اور ایک عرصہ کے بعد فرانسیزی اکیٹر بھی فوج در فوج درآمد ہونے لگے۔ انکے کھیلوں کو گوئیٹے بھی دیکھتا اور کسی نہ کسی صورت سے ان میں حصہ بھی لیتا۔ وہ اپنے والد جان کیسپر کی معیت میں اٹلی کا سفر کر چکا تھا۔ اور وہاں تاریخی یادگار مصوری کے نادر روزگار نمونے اور تھئیٹر سب ہی کچھ دیکھا تھا۔ پھر تعلیم کے سلسلے میں لینزگ ڈائریکٹن اور ایڈیٹر رگب بھی گیا۔ اور ہر جگہ اسکے علم معلومات اور خیالات میں اضافہ ہوتی گئی۔ فائنل میں جو کچھ اس نے لکھا ہے۔ وہ اس کی تعلیم اور کائنات کے متعلق اسکے نظریہ کی تفسیر کہنا چاہیئے۔

انسان کی خلقت احسن تقویم پر اکی گئی ہے۔ اگر وہ حقیقت یا منہج خیر و برکت بارگاہ قدس

کی طرف تقریب حاصل کر نیکی بجائے، اسکی آزاد رُوح دنیاوی علاقے کی پابند اور نفس مارہ کی ترغیبِ تعرضی کی شکار ہو کر دنیاوی عیش و عشرت میں مبتلا ہو جائے تو مقامِ علیین کے بجائے اسفل السافین میں اپنا مسکن بنالیتی ہے۔ مگر چونکہ خدائے قدوس رحم الراحمین ہے۔ وہ اپنی مخلوق کو دائمی عذاب و کرب سے بچانا چاہتا ہے۔ انسان کو پھر ایک موقع عطا فرماتا ہے۔ کہ وہ اپنی خلقت (احسن تقویم) کے شان کے شایان دارا اقرار میں مقامِ ارفع حاصل کرے۔ اور اسکی صورت یہ رکھی ہے۔ کہ نفس مارہ اور ارواحِ سفلی کی گمراہ کن ترغیبِ تعرضی سے سر یا عصیان ہونیکے بعد وہ اپنے گناہوں پر سچے دل سے نادم و شرمسار ہو۔ تو نجاتِ اخروی حاصل کر سکتا ہے۔ فاؤسٹ کا تمام تر پلاٹ انہی فلسفیانہ خیالات کا مظہر ہے۔ حقیقت میں ان فلسفیانہ خیالات کے اظہار کیلئے جو اسلوب بیان اختیار کیا گیا ہے۔ وہ گویئے کا ہی حصہ ہے۔ فصاحت و بلاغت کے دریا موجیں مارتے ہیں مصنف ان فلسفیانہ خیالات کے بارے میں دماغ کو سکون بخشنے کیلئے جا بجا طرفت آمیز فقرات کا اضافہ کرنا چاہتا ہے۔ گویئے کی قوت متخیلہ کس درجہ بلند تھی۔ اور اس کی طبیعت کس قدر جدت آفرین تھی۔ اسکی اس خصوصیت کو سمجھنے کیلئے ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ گویئے جرمنی کا غالب تھا (گو گویئے در مرزا غالب کی شعر و شاعری کی لائینس جداگانہ تھیں)

گویئے کی طویل عمر کا آخری دور اسکے مخصوص دوست سچیلر کی موت (سخت ۱۸۸۱ء) سے شروع ہوا۔ اس دور میں سابق دوروں کے برخلاف گویئے نے کسی وقت بھی ادبی مشاغل کو ترک نہیں کیا۔ اور اس دور میں اس نے "فاؤسٹ" کو مکمل کیا۔ گویئے کی طبیعت میں جوش تھا۔ پھر بھی وہ سلامت روی کو ہاتھ سے نہ دیتا تھا۔ یہاں تک کہ پولین اعظم کی سخت گیری کا زمانہ (سنہ ۱۸۸۱ء) بھی اس نے دیکھا۔ مگر اس سے مس نہ ہوا۔ جرمنی کو اغیار کے پنجہ سے آزاد کرانے کی جرمن نوجوانوں میں جو تکرار جاری تھی اس سے بھی بظاہر گویئے کو کوئی دلچسپی نہ تھی۔ یہاں تک کہ اسکے بل ڈن اپنے قومی حسدات کی تکمیل میں اسکی رہنمائی

سے مایوس ہو چکے تھے۔ مگر اسی دور میں ایک تازہ عادتہ عشق سے متاثر ہو کر اس نے ایک زیر دست ناول:-

اور متعجب و چودہ مصرعوں والی نظمیں لکھیں۔ اور سب سے بڑھ کر ”فاؤسٹ“ کا دوسرا حصہ مکمل کیا۔ ان سب چیزوں کے منظر عام پر آنے ہی اہل جرمنی کو یقین ہو گیا۔ کہ گوئیٹے نوجوانوں کی تحریک حریت کا دل و جان سے حامی ہے۔

فاؤسٹ (FAUST) اپنی مکمل صورت میں ایک ضخیم ڈرامہ ہے جس کا انگریزی زبان اور یورپ کی تقریباً ہر زبان میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ انگریزی زبان میں ہر دو حصوں کا یکجائی مگر بالکل مختصر صورت میں بھی ایک ترجمہ کیا گیا ہے۔ یہ اردو ترجمہ جو جناب صوفی ریاض حسین صاحب بی۔ اے کی دماغی کاوش کا نتیجہ ہے۔ اسی مختصر انگریزی ترجمہ کا چر بہ ہے۔ اور حق یہ ہے۔ کہ ترجمہ کا حق ادا کر دیا ہے۔ اردو میں اس قسم کے ڈرامے یا ناول جو فلسفیانہ رنگ میں لکھے گئے ہوں۔ انشاؤں کا معدوم میں داخل ہیں۔ مرزا ہادی رسوا لکھنوی کے بعض ناول فلسفیانہ رنگ رکھتے تھے۔ لیکن چودھری افضل حق (احرار لیڈر) مرحوم کی کامیاب تصنیف ”زندگی“ اردو میں ضرور ایسی کتاب ہے۔ جو اسی قسم کے فلسفیانہ خیالات سے لبریز ہے۔

ہم صوفی ریاض حسین صاحب چاند ری بی۔ اے مترجم فاؤسٹ کو ایک دفعہ پھر انکی کامیابی پر ہدیہ تبریک و تہنیت پیش کرتے ہیں :-

ممتاز سب انڈیٹر ”انقلاب“

آغاز

منظر :- زمین و آسمان کے درمیان سلسلہ کوہستان

(ملائکہ بزرگ اسرافیل - جبریل اور میکائیل نمودار ہوتے

ہیں۔ عالم بالا سے فرشتوں کے نغموں کی دھیمی دھیمی

سُریلی آواز سنائی دیتی ہے)

اسرافیل :- مہر عالم تاب مختلف کروں کے درمیان گردش کرتے ہوئے اپنا ازلی

گیت گاتا ہے۔ اور اب بھی برق رفتاری سے قدیمی راستہ پر گامزن ہے۔

اگرچہ وہ اس کی حقیقت کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ لیکن اب بھی ملائکہ اس کے

نظارہ سے قوت حاصل کرتے ہیں۔ اور عالم کائنات اب بھی ایسا ہی نظر

افروز اور ترقی باز ہے۔ جیسا کہ وہ صبح ازل کو تھا۔

جبریل :- یہ بات ہمارے حیطہ ادراک سے باہر ہے۔ کہ کائنات کس طرح اس

شاندار طبوس میں سرعت سے گھوم رہی ہے۔ کبھی تو وہ رات کی تاریکی میں

مغفوف ہو جاتی ہے اور کبھی فردوس نور بن جاتی ہے۔ سمندر تاریک گہرائیوں

میں سے جوش کے ساتھ ابلتا ہے۔ چٹانوں اور پہاڑیوں کے ساتھ ٹکراتا ہے۔

انہیں توڑتے پھوڑتے ہوئے آگے بڑھتا ہے۔ اور تیز رفتاریوں کیساتھ محو گردش

رہتا ہے۔

میکائل :- باد و باران کے طوفانوں کی شور و شبنم خشکیوں اور سمندروں پر اس طرح
 بپا ہیں۔ گویا اپنے بغض و عداوت کے شور و شر کی زنجیریں خشکی اور تری کے
 گرد کس رہی ہیں۔ تب ہی خیز چشمک برق، خوفناک رعد کیلئے رتہ بناتی ہے۔
 لیکن اے مالک الملک تیرے عاجز خدام دن کے پُر سکون انتظام کا احترام
 کرتے ہیں۔

یتیموں بلکہ :- اگرچہ وہ تیری کنہ کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ لیکن اب بھی ملنا کہ تیرے
 نظارہ سے قوت حاصل کرتے ہیں۔ اور عالم کائنات اب بھی ایسا ہی نظر افروز
 اور تر و تازہ ہے۔ جیسا کہ وہ صبح ازل کو تھا۔

(۱۰)

(ایک ایک ابلیس پہاڑ کی چوٹی پر نمودار ہوتا ہے۔ وہ ایک
 جھلکنا ملبوس زیب تن کئے ہوئے ہے۔ جو ایک پُر اسرار
 شان کا منظر ہے)

ابلیس اس ڈرامہ کے آغاز اور انجام میں اپنی اصلی صورت
 میں ظاہر ہوتا ہے۔ اس کی گنگناہی صورت سے مناسبت
 رکھتی ہے۔ لیکن جب اپنی مشرک کے جیتنے اور فائوست کی
 روح کو حاصل کرنے کی غرض سے وہ زمین پر اترتا ہے۔
 تو حصول مقصد کیلئے جس صورت کو بہترین سمجھتا ہے اسی
 میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور اس کی تقریر بھی اسی کے مناسب
 حال ہوتی ہے۔

ابلیس :- خوش آمدید۔ اے میرے دیرینہ دوست تو لیکن تازہ دشمنو بہشت اور
 دوزخ کا یہ درمیانی پہاڑ ہماری مشترکہ مملکت ہے۔ اس پر مجھے اندہ بارگاہ

کو ابھی گام فرسائی کی اجازت ہے۔ اس جگہ میری عظمت تمہارے نور کیساتھ
اسمیر ہو سکتی ہے۔

افسوس :- اس وقت تو کہاں سے آ رہا ہے ؟

ابلیس :- اُس دور دراز نقطہ سے جسے زمین کہتے ہیں۔ اسی پر میں مصروف
بادیہ سیمائی تھا۔ اور نفرت و حقارت سے پرچ و تاب کھاتے ہوئے گھوم رہا
تھا۔ کیونکہ انسان خود ہی اس قدر ضدالت اندوزی کر رہا ہے۔ کہ مجھے معلوم
ہوتا ہے۔ کہ میری محنتیں فضول اور میری کوششیں غیر ضروری ہیں۔ کاش
اس کو تباہ کرنا زیادہ دشوار ہوتا۔ وہ تو ایک ٹڈا ہے۔ جو اڑتا ہے۔ پھدکتا
ہے۔ اور پھر گھاس پر سے وہی قدیم گیت گانے لگتا ہے۔ اگر مجھے اس کو گمراہ
کرنے کی پوری آزادی حاصل ہوتی۔ تو دنیا کا کوئی متنفس نہ تھا۔ جسے میں
مغلوب نہ کر لیتا۔ اے کاش مجھے اس کی اجازت ہوتی۔

(ہاتھوں کو اوپر اٹھا دیتا ہے)

ایک فرشتہ عالم بالا سے نازل ہو کر پشت کی طرف ایک
بلند تر چوٹی پر کھڑا ہوتا ہے۔

فرشتہ :- اس کی اجازت ہے۔ مگر یاد رکھ۔ یہ غلطی اور گناہ کی پشیمانی ہی تو ہے
جس کے ذریعے انسان عظمت و بزرگی حاصل کرتا ہے۔

ابلیس :- مخزن رحمت و برکت سے آنے والے فرشتے۔ کیا مجھے اجازت اسی
نے بخشی ہے۔ جس سے تمام اجازتیں ہلا کرتی ہیں۔ کیا اب اجازت ہے
کہ میں ہر انسانی روح کو ترغیب و تحریک سے جال میں پھنساؤں۔ اور اپنے
رستہ پر لگاؤں۔ اگر ایسا ہے۔ تو میں اعلیٰ سے اعلیٰ اور نایاب سے نایاب
روح کو بھی یقیناً گمراہ کر سکوں گا۔

فرشتہ :- جس بارگاہِ قدس سے تمام اجازتیں رلا کرتی ہیں۔ اسی نے تم کو بھی اجازت بخشی ہے۔

ابلیس :- کتنی بڑی بازی ہے ! نیچے زمین کی طرف دیکھو ! نیچے اشارہ کرتے ہوئے میں کس کو انتخاب کروں۔ اس عالمِ شریعت کو جو بیٹھا ہوا حقیقت کے ساتھ آنکھ مچولی میں مصروف ہے۔ اور لفظوں کے ساتھ کھیل رہا ہے۔ اس کو بھٹکانا تو بہت آسان ہے۔ یا اس باجبروت شہنشاہ کو جو افقِ مشرق کے سامنے تاریکی کا مجسمہ بنا۔ تختِ حکومت پر جلوہ افروز ہے۔ اور کروڑوں مخلوق اس کے آگے سجدہ ریز ہے؟ نہیں۔ وہ بھی نہیں میری فتح و نصرت محض نمائشی نہیں۔ بلکہ اس سے بہت زیادہ عمیق اور حقیقی ہونی چاہیئے ! تو کیا اس خاتون کو جو خالقِ کائنات کے باغ میں مصروفِ گلگشت ہے۔ اس کا دل تو دنیا کی آلودگیوں سے یکسر پاک اور اطمینان کی دولت سے مالا مال ہے۔ نہیں وہ بھی نہیں۔ میں کسی کمزور روح کو انتخاب نہیں کر دنگا دیکھو میں آزمائش کیلئے اس سے بھی زیادہ نایاب روح کو چنوں گا۔ وہ بیٹھا ہے۔ وہ مشہور و معروف عالم۔ ڈاکٹر فاؤسٹ۔ کیا اس سے بہتر اور برگزیدہ بھی خالقِ مطلق کا کوئی بندہ صفحہٴ دنیا پر موجود ہے؟

فرشتہ :- نہیں۔

ابلیس :- تو بہتر۔ اسی کی مدد میں اپنی شرط کیلئے انتخاب کرتا ہوں ! زمین و آسمان کی کوئی چیز بھی اس کے دل کی شور و شعلوں کو تسکین نہیں دے سکتی۔ اس کا اندرونی اضطراب اسے کسی پہلو چین نہیں لینے دیتا۔

بعد کو حاصل کرنے کے خیال سے اس نے قریب کو بھلا دیا۔ اور اس پر بھی وہ ہر دوسے محروم ہے۔ اور اب دنیا کی عیش و مسرت کے کھوجانے

پر جنہیں وہ کبھی حقیر سمجھتا تھا۔ پچھتا رہا ہے۔ پس میں اس کو گمشدہ عشرتوں کی طرف کھینچ لاؤں گا۔ اور نفائی خواہشات کی دلدل میں اسے غرق کر دوں گا یہاں تک کہ اس کی گراں بار رُوح پھر بلندی کی جانب پرواز ہی نہ کر سکے۔

فرشتہ :- جب تک وہ دنیا کی ہوا میں سیانس لے رہا ہے۔ اس وقت تک تیرے لئے کسی بات کی ممانعت نہیں۔ تجھے اجازت ہے۔ کہ جس طرح چاہے۔ اس کی رُوح کو اپنے جال میں پھنسائے۔ اور منہج خیر و برکت سے اس کو روک کر داں کر دے۔ لیکن یاد رکھ۔ کہ انجام کار تو شمر مسار و نامدم ہو گا۔ اور دیکھ لیگا۔ کہ ایک نیک انسان اگرچہ کسی وقت تاریکی میں ہاتھ پاؤں مارتا ہے۔ لیکن انجام کار اس کا شعور اس کو سچائی اور راستبازی کے راستے پر ڈال دیتا ہے۔

اسر افسل :- تو یونہی اس قوت کے خلاف جو بظاہر کمزور اور پھول کی مانند نازک ہے۔ اپنا سر بھوڑتا رہیگا۔ لیکن تو اس کی اصلی طاقت کو نہیں سمجھ سکتا۔ انجام کار وہ عورت کی رُوح کی بدولت بازی لے جائیگا۔

فرشتہ :- بالعموم انسان غفلت شعار ہے۔ اسی لئے اس کو ایک فتن کی ضرورت ہے۔ جو اسے اکساتا رہے۔ اور کام پر آمادہ کرتا رہے۔

تینوں ملکر :- لیکن ہم پھر حسن ازل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اے مالک الملک اور تیری صفات کاملہ پر غور و خوض کرتے ہیں۔ اگرچہ ہم تیرے عاجز فرشتے ان کی کتنے تک پہنچنے سے قاصر ہیں۔ لیکن اے صانع حقیقی۔ تیری قدرت کی نیزنگیاں آج بھی روزِ ازل کی طرح تر و تازہ ہیں۔

اسر افسل :- (ابلیس سے مخاطب ہو کر) اور تو۔ کیا تو بارگاہِ قدس کے خلاف اس بے سود جنگ کو بند نہیں کریگا؟ بدی کی خواہش میں نیکی کا حصول؟

ابلیس :- ہرگز نہیں۔ اس وقت تک نہ چھوڑو گا۔ جب تک کہ وہ غاصب جس نے میری مادی ظلمت سے اس کی حکومت چھینی۔ اور ابتری کو اپنے کمبخت ستاروں کی بدولت زار و زار کر دیا۔ خود بخود ہی مغرور نہ ہو جائے اور مجھ سے متفق ہو کر اپنی سرگرمیاں بند نہ کر دے۔ کیونکہ یہ روشنی صرف اُسی سے زندگی پاتی ہے۔ جو یہ پیدا کرتی ہے۔ یہ مردانہ پچہ مہر عالم تاب سے خوراک پاتا ہے۔

اور بارگاہِ قدس سے میں یہ جنگ جاری رکھوں گا۔ یہاں تک کہ محدود عبادت و سرکشی اختیار کریں۔ اور مجبوس رہ کر دیا جائے۔ اور خوفناک طوفان ہر طرف چھا جائیں۔ اور بارگاہِ قدس کی تیز و تند روشنیاں گل ہو جائیں۔ اور فضا پھر پہلے جیسی بن جائے۔ جیسی اس وقت تھی۔ جب اس نے اپنے آتشیں دماغ سے ہم کو ستایا نہیں تھا۔ وقت اور موسم کی قید سے آزاد بید و شمار۔ تاریک و تاریک۔

اے سمندر کے خوفناک پھرے والی اور طوفانوں کے بالوں والی ماں۔ جو روشنی کی حدود پر سمٹی بیٹھی اب بھی بے انتہا اور غیر فانی نفرت و عداوت کے جذبات میں ہیچ و تاب کھا رہی ہے۔ اپنے بیٹے کی طرف دیکھ۔ اور کوئی ظلمت آمیز مدد بھیج۔

پس اے فاؤسٹ۔ اس بازی کو جیتنے اور تیری روح کو حاصل کرنے کی غرض سے ہم زمین کو قطع کرتے ہوئے بہشت سے دوزخ کا رخ کرتے ہیں۔ (خوفناک گرج اور تاریکی میں ابلیس اپنے پھیلے ہوئے شہپروں کے ساتھ اچانک بجلی کی طرح زمین کی جانب اترتا ہے)

پہلا ایکٹ

منتظر۔ ایک تنگ تاریک قدیم طرز کا حجرہ۔
(فاؤنٹین کے پاس مضطرب بے قرار نظر آتا ہے۔ وقت نیم شب)

فاؤنٹین: حیف صد حیف۔ فلسفہ، طب اور انبیات کو میں نے کس قدر جانفشانی اور عزم و ہمت سے حاصل کیا۔ ان کی تحصیل میں رات کی نیند اور دن کا آرام اپنے لئے حرام کئے رکھا۔ لیکن انہوں نے مجھے کیا فائدہ دیا؟ میری عقل و دانش میں کونسا اضافہ کر دیا؟ میں پہلے سے کچھ زیادہ فرزانہ نہیں ہوں۔ یہ سچ ہے کہ میں اپنے شاگردوں کو درس دینے میں یکتائے روزگار ہوں۔ اور وہ بھی دل و جان سے میرے گرویدہ ہیں۔ اور مجھے افتخار و علامہ کہہ کر مخاطب کرنے ہیں لیکن کوئی میرے دل سے پوچھے کہ مجھے اپنی شکست کا کب قدر گہرا احساس ہے مجھے اگر کچھ معلوم ہو سکا ہے۔ تو فقط یہ کہ کائنات کی کسی شے کا بھی علم نہیں ہو سکتا۔ (دفعہ)۔۔۔۔۔

اور اس سرابِ علم کی احمقانہ جستجو میں مجھے کیا کچھ نہ قربان کرنا پڑا۔ تمام اعزاز و احترام۔ عہدے اور منصب۔ دولت اور حشمت نہ صرف یہ بلکہ لب ہائے تعلیم کے طربناک بوسے اور شرابِ ناب کے سرورِ بخش جام۔ رخصت اے علیم متاد۔ رخصت۔ اب میں جادو کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اور اسی کی بدولت قدرت کے راز ہائے سرسبز کو کھولنے کی

کوشش کرتا ہوں۔ شاید اس ذریعہ سے معلوم کر سکوں کہ کونسی قوتیں نظام کائنات میں کار فرما ہیں۔

(چاندنی سے حجرہ منور ہو جاتا ہے)

اے مادہ کامل۔ تجھے صد ہا راتوں میں یکنے نے آسمان پر طلوع کرتے دیکھا ہے۔ کاش تو میرے اس اضطراب و بے قراری کو آج آخری مرتبہ دیکھ رہا ہو کاش مجھے یہ طاقت ہوتی کہ ان کتابوں کے انبار سے بزار ہو چکنے کے بعد تیری نقر کی سطح پر آزادی کے ساتھ مصروف گلگشت ہو سکتا لیکن نہیں یہ تیرہ خاکدان ہی وہ گرد و غبار کا خود ساختہ مجلس ہے جس پر قادر مطلق نے اپنی جیتی جاگتی انسانی مخلوق کو نازل فرمایا۔ اور میں۔ میں تو اپنی زندگی کے دن مردوں کی صحبت میں ہی بسر کر رہا ہوں۔ تو بہ۔ یہ بھی کیا زندگی ہے۔

(جادو کی کتاب کی طرف متوجہ ہوتا ہے)

بس یہ ہے میری آزادی کا راستہ۔ یہ ہے عالم سفلی کی رُوح کا عمل۔ تو کس طرح مجھے اپنا مفتون بنانا ہی ہے۔ بالکل نئی شراب کی طرح تو میری رگ و پے میں دوڑ گئی ہے۔ زمین کے دکھ اور زمین کے سکھ سب مجھے دعوت دے رہے ہیں۔ چراغ گل ہو گیا۔ اور چھت پر سے ایک دہشت مجھ پہ نازل ہو رہی ہے۔ اے رُوح سفلی۔ اپنے آپ کو ظاہر کر۔

مجھے محسوس ہوتا ہے کہ تو میری رُوح کو چوس رہی ہے۔ میرے دل کو اپنے اندر جذب کر رہی ہے۔ میں تجھے دیکھوں گا۔ ضرور دیکھوں گا۔ خواہ اسکی قیمت مجھے نقد جان کی صورت میں ہی دینی پڑے۔

(وہ کتاب کو اٹھا لیتا ہے۔ اور رُوح سفلی کا عمل پڑھتا ہے)

رُوح سفلی ایک شعلہ کی صورت میں نمودار ہوتی ہے.....

رُوحِ سفلی :- کون مجھے پکارتا ہے ؟

فاؤسٹ :- اُن دیکھنے میں کس قدر خوفناک ہے۔

رُوح :- میں ہی وہ رُوح ہوں جسے اپنے عمل کے زور سے تو نے یہاں کھینچ بلایا،
فاؤسٹ :- افسوس مجھے تاب نہیں کہ تجھے دیکھ سکوں۔

رُوح :- لیکن تو تو میری دید کا بہت مشتاق تھا۔ تیری خواہش نے ہی مجھے اپنے
مسکن سے نیچے اتارا ہے۔ فاؤسٹ :- تو کہاں ہے۔ جس کی زبردست آواز
میرے کانوں کے پردے پھاڑ رہی تھی۔ کیا تو ہی یہ بیٹھا ہے۔ دہشت
زدہ حقیر کرم۔

فاؤسٹ :- بس اب میں نہیں ڈرتا۔ میں ہی فاؤسٹ ہوں۔ تیرے مشابہ
ہوں۔ اور تیرا ہمراہ ہوں۔

رُوح :- نہیں تو اس رُوح کی مشابہ ہے۔ جس کا تصور تیرے دماغ میں ہے
تو نہ میرا ثانی ہے۔ نہ میرا ہمراہ۔

(رُوح غائب ہو جاتی ہے)

فاؤسٹ :- ہیں! تیرے جیسا نہیں! میں جو کہ خدا تعالیٰ کی صورت پر
پیدا کیا گیا ہوں۔

(دردا زہ پر دستک ہوتی ہے)

خدا کی پھٹکار کس وقت یہ کمبخت احمق میری خلوت میں مغل ہوتا ہے۔
اور نظارہ کمال سے مجھے محروم کر دیتا ہے۔

(وگیز ایک بیہوش آٹھائے حجرہ میں داخل ہوتا ہے)

وگیز :- یقیناً آپ کسی قدیم یونانی المیہ کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ کیونکہ میں نے
ابھی فصیح و بلیغ خطبہ سنا ہے۔ اور جیسی کہ مشہور مثل ہے۔ ایک واعظ بھی

مسخرے سے سبق لے سکتا ہے۔

فائسٹ :- (ترشہ و ہوک) ہاں یہ سچ ہے لیکن صرف اسی وقت جبکہ واعظ خود بھی پیدائشی مسخرہ ہو۔ جیسا کہ عموماً ہوا کرتا ہے۔

وگیز :- میں نے بھی مدتوں خطیب بننے کے خیال سے کتابوں کی ورق گردانی کی ہے فائسٹ :- کتابوں کی ورق گردانی کی ہے؟ اس سے کیا فائدہ؟ یہ سب بیوقوف ہے۔ جب تک دل دلی کے ساتھ ہم کلام نہ ہو۔ اگر بچوں کی طرح ٹھٹھکی لگا کر دیکھتے رہنا ہی تمہارا مقصد و مدعا ہے۔ تو پھر مطمئن رہو۔ مطالعہ اس قدر تو ضرور دے سکتا ہے۔ پڑھتے رہو۔ مطالعہ کرتے جاؤ۔ انجام کار تم اپنے آپ کو ایک ہرزہ سرا بیوقوف پاؤ گے۔

وگیز :- آہ۔ خدایا۔ آخر کیا کریں۔ علوم و فنون کی کوئی انتہا نہیں اور زندگی بالکل محدود ہے۔ صد ہا کتابوں کا مطالعہ کئے بغیر ہی موت سے دوچار ہونا ناگزیر ہے فائسٹ :- لیکن کیا کاغذی فردیں ہی تیری بصیرت اندوزی کا واحد سرشتہ ہیں۔ کیا یہی وہ حرمہ آب ہے۔ جو تیری دائمی تشنگی کو تسکین دے سکتا ہے؟ وگیز :- مگر راز کائنات کو سمجھنے کیلئے آخر کیا کیا جائے؟

فائسٹ :- وہ چند افراد جہنوں نے کبھی اس راز کو سمجھا۔ اور عوام کے سامنے اس کو آشکارا کر دیا۔ یا تو آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کی نذر ہوئے۔ یا صلیب کے تختہ پر لٹکائے گئے۔ اور اب جاؤ۔ شب بخیر۔

وگیز :- میں پہلے ہی بہت کچھ حاصل کر چکا ہوں۔ لیکن اب تمنا ہے۔ کہ سب کچھ حاصل کروں۔

فائسٹ :- تمنا کہے جاؤ۔ لیکن اب میرا پیچھا چھوڑو۔

(وگیز چلا جاتا ہے)

وہ شخص جو فضول باتوں سے دلچسپی رکھتا ہو۔ کبھی مایوس اور بے حوصلہ نہیں ہوتا۔ اب کوئی مجھ کو یہی دیکھے۔ کس قدر بڑا احمق ہوں۔ اور جب میں نے اس سے وہ تلخ و ترش باتیں کہیں تو درحقیقت میں آپ اپنا مذاق اڑا رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ میری گزشتہ زندگی اسکے لفظوں میں میرا مضحکہ اڑا رہی ہے۔ سب یہی ہے۔ یہی ہے۔ یہی ہے۔ خاک و خاشاک۔

(وہ مایوس و دل شکستہ ہو کر کرسی پر گر پڑتا ہے)
 آہ۔ وہ ہیتناک روح جس نے ایک ہی وعدہ آسا لفظ میں میرے پاؤں متزلزل کر دیئے۔ میں کوئی دیوتا نہیں ہوں۔ اپنے دل کی گہرائیوں میں میں محسوس کرتا ہوں۔ کہ اس جہاں گرد کے پاؤں کے نیچے میری حیثیت محض ایک کرم کی سی ہے۔

(انسانی کھوپری کو دیکھ کر)

دانت زکائے جاے کا نہ سر۔ تیرے اندر بھی کبھی مجھ سادماغ موجود تھا۔

(ادھر ادھر دیکھتے ہوئے اُسکی نگاہ ایک چمکتی ہوئی صراحی پر جا پڑتی ہے)

اے مینائے رنگین۔ تو کیوں اس طرح مجھ کو اپنی جانب بلا رہی ہے۔ مجھے اپنی طرف متغایس کی طرح بھینچ رہی ہے۔ مجھے دیکھتا ہوں۔ تو دُکھ درد کی تلخیاں کم ہو جاتی ہیں۔ کشمکش حیات ختم ہو جاتی ہے۔ فضا اس طرح منور ہو گئی ہے۔ جیسے صحرا میں چاندنی۔ مجھ پر عالم خواب طاری ہو گیا ہے۔ پر سکون سمندر اور اس کے نئے ساحل نظروں کے سامنے ہیں۔ کیا اب میں اس ایک دروازہ

کو بھی جو کھولنا باقی ہے۔ کھول دوں۔ اور ان خواب اور قطرات کا ایک ٹھونٹ
پنی کر موت کی سرزمین میں داخل ہو جاؤں۔ خواہ مجھ کو وہاں ابدی نیند
سونا پڑے۔

آ۔ اپنے طاق سے نیچے آ۔ اے مینائے بلوریں۔ کتنی ہی مرتبہ ضیافتوں
میں تو دست بدست گردش کر چکی ہے۔ اور سنجیدہ ہمانوں کو لطف و سرور
بخش چکی ہے۔ لیکن آج کے بعد میرے ہاتھ کبھی بھی تجھے دوسرے شخص
کے حوالے نہ کریں گے۔ یہ ہے وہ ہلاکت آفریں رس۔ میں نے اسے منتخب
کیا۔ تیار کیا۔ اے صبح صادق۔ خوش آمدید۔ میں اپنا آخری جام نوش
کرتا ہوں۔

(جب وہ جام زہر کو ہونٹوں سے لگاتا ہے۔ تو ایسٹر کے گھڑیال کی
مسوہلی آوازیں اور گر جاکا گیت سنائی دیتے ہیں :-

مسیح جی اٹھا ہے۔ مسرت بخش صبح کو خوش آمدید کہو۔
اس نے قبر کو شق کر دیا ہے ہمارے بندھنوں کو اس نے توڑ ڈالا ہے
موت کو شکست نصیب ہوئی ہے

فاؤسٹ :- (جام کو نیچے رکھتے ہوئے) میں اسے نہیں پی سکتا۔ یہ قدیم
موسیقی اور ان گھنٹیوں کی ناقابل فراموش آوازیں مجھے روکتی ہیں۔
گیت :-

مسیح آسمان پر چلا گیا ہے۔ خوشی اور راحت کا بیڑا اس نے اٹھا لیا ہے
ہمارے آلام کا اس نے خاتمہ کر دیا ہے

فاؤسٹ :- ایک بار نہ تھا۔ کہ سیت کی خاموشی کو میں آسمانی بوسہ کی طرح محسوس
کیا کرتا تھا۔ گھنٹیوں کی پراسرار مسوہلی آوازیں اور دعائیں میری مضطرب

روح کو تسکین و راحت دیا کرتی تھیں۔ فردوسی لغویہ۔ جاری رہو۔ مقدس گھنٹی بجتی جاؤ۔ آنسوؤں کا خشک حشر شبہ پھر بھوٹے کو ہے۔ مادر گیتی کو اس کا بچہ واپس مل گیا ہے۔ وقفہ

لیکن مجھے وہ سابقہ بے خودی اور محبوبیت نصیب نہیں ہو سکتی۔ جبکہ بچپن میں میں آفتاب کو دیکھ کر ڈانٹتا تھا۔ کہ خاموش و پرسکون دادیوں اور پہاڑوں کی بلند چوٹیوں کو آتشیں بناتے ہوئے کس طرح افق مغرب میں غروب ہو جاتا۔ اس وقت ایک ازلی خواہش میرے پہلو میں گدگداتی تھی۔ کہ میں بھاگ جاؤں۔ اور اس طرح اوپر ہی اوپر چلا جاؤں۔ جیسے کہ ایک عقاب چٹانوں اور جنگلات سے لدے ہوئے پہاڑوں کے اوپر ہی اوپر اڑ کر چلا جاتا ہے۔ یا جیسے کلنگ میرے پاس سے تیرتی ہوئی ایک ساحل سے دوسرے ساحل کو چلی جاتی ہے۔ لیکن اب نہ صرف بچپن ہی ضائع ہو چکا ہے۔ بلکہ شباب بھی ایک سودائے خام کی خاطر بک چکا ہے۔ آہ۔ اب ان لہجوں اور گیتوں کو جن سے مجھے نفرت ہو گئی تھی۔ دوبارہ سننا پسند کر دلگا۔ افسوس۔ پر لکھتے دعوتیں۔ نازنینوں کے لب ہائے لعیں عیش و مسرت کی نہایت مختصر مگر دلخوش کن ساعتیں اب تمام کی تمام مجھ سے چھین چکی ہیں۔ بس اب میرے لئے تو صرف یہ جام ہی رہ گیا ہے۔

(وہ دوبارہ جام زہر کو اٹھاتا ہے۔ اور پھر ٹھہر جاتا ہے)

لیکن ابھی۔ ابھی ایک طاقت ایسی ہے۔ جس سے میں نے آج تک استمداد نہیں کی۔ گر اس سے استمداد کر سکتا ہوں۔ نور کی تلاش میں میں نے ظلمت کو کبھی نہیں پکارا۔ ابتری کی روح۔ اب میں تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اب تو صرف دو چیزوں میں سے ایک ہی کو مجھے انتخاب کرنا ہے۔ موت یا دوزخ۔ موت جو نیند کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ یا دوزخ جو نفسانی خواہشات کی تکمیل کا

وہ تمام سامان پیش کر دیتی ہے۔ جسے میری رُوح آج تک ٹھکراتی آئی ہے۔ میں خدا کو پکارتا ہوں۔ لیکن آسمان خالی اور گونگا معلوم ہوتا ہے۔ وہ مجھے کوئی جواب نہیں دیتا۔ تب میں شیطان کو پکارتا ہوں۔ میں ابھی موت سے ہم آغوش نہ ہوڑ گا۔ بلکہ دائمی عذاب کو قبول کر ڈر گا۔ تاکہ نفسانی خواہشات کے گرداب میں غرق ہو جاؤں۔

اے عناصرِ اربعہ کی رُوحو۔ ادھر آؤ۔ آگ پانی ہوا اور خاک سے آسمانوں کی بندیوں اور سمندر کی گہرائیوں سے میں تم کو یہاں بلاتا ہوں۔ ہوشیار خبردار!

(وہ ایک شش پہلو نشان بلند کرتا ہے)

آگ کے شعلوں میں بسنے والے سمندر۔ تجھ کو تیرے نام کی قسم۔ اپنے آتشیں مسکن سے نکل آ۔ خوبصورت جل پری۔ جو سمندر کی گردشِ کناں کف کے نیچے سکونت پذیر ہے۔ رغول بیابانی۔ جس کے قدموں نے دِن کے بے منظر کھیتوں کو پامال کر دیا ہے۔ اور زمین کی گہرائیوں میں رہنے والی مخلوقِ سفلی۔ تم سب کو میں حکم دیتا ہوں۔ کہ رُوحِ ظلمت کو جو روشنی سے خائف ہے۔ شب کی تاریکیوں میں سے میری آنکھوں کے سامنے بے نقاب کر دو۔

(ایک شعلہ چینی کے خلا میں نمودار ہوتا ہے۔ اور اس سے اُٹھنے والے

بخارات بتدریج ابلیس کی صورت اختیار کرتے ہیں)

فائوسٹ :- تو کون ہے بول!

ابلیس :- اس قہرمانِ قوت کا ایک جزو جو ہمیشہ بدی کی متلاشی رہتی ہے لیکن

نیکی حاصل کرتی ہے۔

فائوسٹ :- یہ مہم تو کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ اپنا نام ظاہر کر۔

ابلیس :- نام ؟ میں انکار و سرکشی کی روح ہوں۔ طغیان و تمرد کا مجسمہ ہوں۔

اور کیوں نہ ہوں۔ تمام مخلوقات و موجودات ہیچ محض ہیں۔ یا ان کو ہیچ محض

ہونا چاہیے۔ یہ گردش کرنے والا سیارہ کتم عدم سے ظہور پذیر ہوا۔ اب

بے کیف زندگی سے معمور ہے۔ میری خواہش ہے۔ کہ اس کو پھر ایک دفعہ

عدم کو بھیج دوں۔ جہاں میں حکومت کرتا تھا۔ وہ تاریک رات کی سرزمین تھی

جو نور سحر سے نا آشنا تھی۔ میں ظلمت کا شہزادہ تھا۔ جو نور کو معرض وجود

میں لایا۔ اب ہمہ گیر اور ہلاکت بخش رات اپنے قدیم تخت سے معزول ہو چکی

ہے۔ بساط ہستی کا نور دولت دن اس کا تخت چھیننے کیلئے اس سے برسرِ پیکار

ہے۔ لیکن یہ حالت ہمیشہ نہ رہیگی۔ کیونکہ طلوع و سحر وقت کی میزان میں

ایک مقررہ جگہ رکھتے ہیں۔ یقیناً وہ وقت آئے گا۔ جب ان کو یہ جگہ خالی کرنا

پڑیگی۔ زمین کا ضعیف و ناتواں بچہ اپنی زندگی کی مختصر ساعتیں گزار چکیگا

اور پھر غیر محتمم رات اپنی وسیع حکومت کی عنان سنبھال لیگی۔ اس وقت

تک میں تفریح و تفریق کی خاطر زمین پر وارد ہوتا ہوں۔ تاکہ ان کو جنہیں میں

ابھی کلیتاً تباہ و برباد نہیں کر سکتا۔ دکھوں اور مصیبتوں میں ڈالے رکھوں۔

فاوسٹ :- ابتری کے انوکھے فرزند۔ میں تجھے پہچان گیا۔

ابلیس :- جب میں نے خود ہی اپنے آپ کو بے نقاب کر دیا۔ تو یہ کوئی بڑی بات

نہیں کہ تو مجھے پہچان گیا۔

یہ تیرہ خاکہ ان عالم کچھ اس طرح واقع ہوا ہے۔ کہ اس کو میں طوفانوں

اور طغیانوں۔ زلزلوں اور آتشزدگیوں سے کتنا ہی تہ و بالا کیوں نہ کروں

پھر یہ اپنی اصلی حالت پر آ جاتا ہے۔ یہ صورت حالات میرے لئے جو اپنے

مشغلہ کو محبوب رکھتا ہے۔ بیدار و نشکین اور حوصلہ فرسا ہے۔ علاوہ انہیں

میری تازہ آسمانی انسان بھی میرے لئے ایک ناپ چیز کھلونا ثابت ہو رہے اگرچہ ایک ہی دار میں میں ان میں سے لاکھوں اور کروڑوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتا ہوں۔ لیکن میرے منہ موڑنے کی دیر ہوتی ہے۔ کہ ان کی نسل پھر بڑھ جاتی ہے۔ پھر مجھے وہی کچھ دوبارہ کرنا پڑتا ہے۔ یہ ایک تھکا دینے والی مصیبت ہے۔ جب صبر بھی نظر ڈالتا ہوں۔ ہوا پانی خاک آگ چاروں عناصر میں مجھے ہر جانب پیدا شدہ اور زندگی ہی کے آثار دکھائی دیتے ہیں۔ اور ہر طرف مخلوقات کی ہی بھرمار ہے۔ میں تو شاید اب تک اس مشغلہ کو خیر باد کہہ چکا ہوتا۔ صرف اس کرہ خاکی کی تسخیر کا خیال ہے۔ جس کو شعلہ مہر روشنی بخشتا ہے۔ اور یہی میری غارتگریوں اور تباہ کاریوں کی آخری آماجگاہ ہے۔ لیکن اب ان باتوں کو چھوڑیں۔ اپنی ہی رام کہانی کہنے والا اعلیٰ درجے کا شیطان نہیں ہو سکتا۔ بس اب آپ حکم دیں کہ اس کی تعمیل کروں۔

فاؤسٹ :- مجھے کچھ نہیں کہنا۔ میری تمنائیں ہونٹوں تک پہنچنے نہیں پاتیں کہ معدوم ہو جاتی ہیں۔

ایلیس :- حضرت علامہ! جلدی نہ کیجئے۔ رات کی آمد سے پہلے ہم کہیں زیادہ مسرت بخش مشاغل میں مصروف ہونگے۔ کیونکہ آپ دیکھتے ہیں کہ میں عالم سفلی کی جہلمداتی پوشاک اتار کر آپ کے سامنے ایک معزز انسان کی صورت میں نمودار ہوتا ہوں۔ اور شیطان اس کردار میں خاص طور پر مامور ہے۔

(سیاہ لبادہ اس کے جسم سے اتر جاتا ہے۔ اور ایک برقی شعلے کے نیچے وہ ایک سُرخ ملبوس پہنے نظر آتا ہے)

جائیے۔ علامہ صاحب۔ جلدی کریں۔ اور اس خوش وضع لباس سے

ملتے جلتے پوشاک اپنے لئے ہسپا کریں۔ زراں بعد ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ہم اس
 کلبہِ احزان سے نکلیں گے۔ اور گلشنِ ہستی کی سیر کریں گے۔
 فائوسٹ :- نہیں یہ سب باتیں بے سود ہیں۔ کوئی ظاہری تغیر اس خرابہ دنیا کو
 تازگی نہیں بخش سکتا۔ جہاں پر گزرنے والی ساعت پکار پکار کر یہ آواز
 دے رہی ہے۔ کہ

دُنیا کو ترک کرو عیش و عشرت سے کنارہ کرو۔ لذتوں کو چھوڑ
 کہو۔ اور ان کے محاذِ صف میں زندگی کے زوال پذیر قانون کی
 خشک چرمی دستاویز لے لو۔

یہی آواز ہے۔ جو طلوعِ صبح سے لیکر غروبِ تک اور شام سے لیکر سپیدِ صبح
 تک انسان کے کانوں میں گونجتی رہتی ہے۔ سوائے موت کے اسکا کوئی
 علاج نہیں۔ اور میں بھی یہی ٹھان چکا ہوں۔

ابلیس :- لیکن موت وہ بھی تو لقا نص سے خالی نہیں۔ یہی کچھ میں نے سنا ہے
 فائوسٹ :- خوش نصیب ہے وہ بہادر جنگجو جس کی خون آلودہ پیشانی پر موت
 کی سرد مرمری انگلیاں تاج پہناتی ہیں۔ اور اس سے کہیں زیادہ خوش نصیب
 وہ انسان ہے۔ جو کیفِ محبت کی بخودی میں اپنے محبوب کے ہونٹوں پر آخری
 بوسہ کی مہر لگاتا ہے۔ اور وہاں موت کو اپنا منتظر پاتا ہے۔

ابلیس :- یہ درست ہے۔ لیکن یہاں قریب ہی ایک حضرت ہیں۔ جن کے
 متعلق مجھے علم ہے۔ کہ انہوں نے جامِ زہر پینے کو اٹھایا۔ لیکن ہمت نہ
 پڑی۔ اور اسے خاک پر گرا دیا۔

فائوسٹ :- اچھا تم دیکھ رہے تھے۔ میری ناکامی اور پست ہمتی کا ملاحظہ کر چکے ہو
 ابلیس :- عذامہ صاحب۔ نہیں۔

فاؤسٹ :- آہ! جہاں پر راز طشت از بام ہو۔ وہاں اصلیت کا چھپانا حاصل ہے۔ ابلیس :- مجھے سب کچھ تو معلوم نہیں۔ فقط ایک آدھ بات کا ہی علم ہے۔

فاؤسٹ :- لعنت ہو اس بزدل ہاتھ پر جس نے مجھے خودکشی سے روکا۔ اور لعنت ہو عہد طفلی کی یاد تازہ کرنے والے ان نغموں پر جنہوں نے میری روح کو جال میں پھنسا یا۔ لعنت ہو زندگی پر۔ عزت پر۔ دولت پر۔ شہرت پر۔ ناموری کیلئے مصائب جھیلنے پر۔ سونے کی فریب کا رچمک پر۔ شان و شوکت پر۔ خوریز جنگوں کی بے سود لوٹ پر۔ ان سب پر لعنت ہو۔ ہاں سب پر۔ نیز ان سب سے اعلیٰ چیز یعنی افشردہ انگور مے اور غوانی پر جو محبت کی سرمستیاں لاتی ہے۔ اور لعنت ہو محبت کی مختصر سرستی پر جو نفرت میں بدل جاتی ہے۔ اور سب سے اخیر لعنت ہو انسان پر۔ اس ذلیل ہستی پر جو نہایت صبر کے ساتھ ان تمام مصائب اور نوائب کو جھیلتا ہے۔ جن کو موت آسانی سے ختم کر سکتی ہے۔

ابلیس :- علامہ صاحب۔ اس کا علاج میں بتاتا ہوں۔ ایسے مریض کیلئے مجھے ایک تیر بہدف نسخہ معلوم ہے۔ آپ اپنے آپ پر ظلم کر رہے ہیں۔ کہ ایسے زخم کو چھیل رہے ہیں۔ جس کو میری حکمت اچھا کر سکتی ہے۔ یہ مدت سمجھیں کہ میں آپ کو ان عام لوگوں کے گروہ میں دھکیلوں گا۔ جن کی زبوں حالی سے آپ کو بجا طور پر نفرت ہے۔ نہیں جب تک میں آپ کے ہمراہ ہوں۔ ہم بہترین افراد کے درمیان گھومیں گے۔ کیونکہ کمتر درجہ کے لوگوں سے ملنا تو میرے شایان شان ہی نہیں۔ مجھ پر آپ بھروسہ کریں۔ تو میں آپ کو زندگی کی بھول بھلیاں کی سیر کراؤں۔ پھر آپ کو معلوم ہو گا۔ کہ یہ تیرہ خاکدان بھی ہمیں وہ وہ نفسانی لذتیں دے سکتا ہے۔ جو ہمارے

خواب و خیال میں بھی نہیں آسکتیں۔ اور یہاں عیش و طرب کے وہ دم لمحے میسر آسکتے ہیں۔ جو روح کی تنگ زنجیروں سے جو اس نے نفسِ امارہ کیلئے پھیلارکھی ہیں قطعاً نا آشنا ہونگے۔ اب اس لمحہ سے لیکر نامحدود وقت تک میں آپ کا رفیقِ ملازم اور غلام رہوں گا۔ کیا آپ اس پر رضا مند ہیں؟

فائوسٹ :- مگر جب تیری طویل ملازمت کا زمانہ ختم ہو جائیگا۔ تو اس وقت تیرا انعام کیا ہوگا؟

ابلیس :- جب ضیافت ختم ہوگی۔ تو حساب کتاب کر لینگے۔

فائوسٹ :- نہیں مجھے پہلے اسکی قیمت کا اندازہ ہونا چاہیئے۔

ابلیس :- اچھا تو سنیئے۔ جب تک شمس و قمر کی تابانی اور دریاؤں کی روانی ختم نہیں ہوتی۔ میں آپ کا دست بستہ غلام رہوں گا۔ ہستی اور ہستی کے جملہ عیش و نشاط آپ کے قدموں میں ہونگے۔ اور میں آپ کے احکام کی تعمیل کو ہر وقت مستعد اور کمر بستہ رہوں گا۔

فائوسٹ :- اور اس کے بعد؟

ابلیس :- اس کے بعد۔ میں بھی آپ سے اسبق در طلب کروں گا۔ یعنی اس زندگی میں سب کچھ آپ کا ہوگا۔ اور اس کے بعد سب کچھ میرا۔

فائوسٹ :- اسکا مجھے ڈر نہیں۔ جب اس کہنے اور فرسودہ دنیا کو تو تباہی کے تاریک غار میں ڈال دیگا۔ تو مجھے پرواہ نہیں۔ کہ پھر اس خلائے بسیط کو کونسی چیز پر کرے۔ میرے لئے سب ہیچ ہوگا۔ یہ کمرہ ارضی جو ہرادی رنج و راحت کا گہوارہ اور مرقد ہے۔ جب نیست و نابود ہو جائیگا۔ تو اس کے بعد کیا ہوگا۔ اس راز کو ہماری محبوب نگاہیں سمجھنے سے قاصر ہیں۔ حیات بعد الممات کی مجھے پرواہ نہیں۔ اسکی خواہش میری روح کو عیش حاضر

سے باز نہیں رکھ سکتی ۔

ابلیس :- علامہ صاحب - پھر تو معاملہ ہی صاف ہے - اب اسکو ختم کرنا چاہیئے
یہ طے ہو جائے - تو پھر میں اپنے کام میں لگ جاؤں - اور چاہے سستی سے آپ
کی خدمت میں زندگی کی وہ وہ مسرتیں اور عشرتیں پیش کر دوں - جو کسی کے وہم و
گمان میں بھی نہ آئی ہوں -

فاؤسٹ :- مگر تم کو ان مسرتوں اور عشرتوں کی کیا خبر جو اعلیٰ روح کا مقصود و مطلوب
ہیں - وہ کثیف مسرتیں جو سر شدہ طبیعت کیلئے اپنے اندر کوئی دلکشی نہیں
رکھتیں - جنکی لذت بغیر چکھنے کے ہی مردوں کے ہونٹوں پر اس پھل کی طرح
جو کسی کے ہاتھ میں ہی سٹر جاتا ہے - فنا ہو جاتی ہے - گویا خزاں رسیدہ
خشک پتے ہیں - جو شگرت پھوٹنے سے پہلے ہی بکھر جاتے ہیں - میں ان
سب کی حقیقت سے خوب واقف ہوں -

ابلیس :- نہیں علامہ صاحب - یقین فرمائیے - میں آپ کے ساتھ کہنہ اور فرسودہ
مسرتوں کے متعلق سودا نہیں کر رہا - جو متروک ہونے والی ہوں - اس
ساعت سے تازہ بہ تازہ مسرتوں اور نوزائیدہ خواہشات کی شراب سے آپکا
جام زندگی بھرنا ہو گا -

فاؤسٹ :- اگر تیری مسرتوں کے خزانہ میں جسکے متعلق تو زمین و آسمان کے
قلا بے ہزار ہے - ایک بھی مسرت ایسی ہوئی - جو دکھ اور تکلیف کے کانٹوں
سے پاک ہو - یا وقت کی غیر محدود وسعت میں سے ایک لمحہ بھی ایسا دکھائے
جو حسن و جمال سے اسقدر مالا مال ہو - کہ اُسے دیکھ کر میری روح بے ساختہ
پکار اُٹھے - بھڑو - بھڑو - تم اسقدر خوبصورت اور دلکش ہو - تو بس پھر میری
غیر فانی روح کی ملکیت کے تم حقدار ہو گے - پھر مجھے پرواہ نہیں - خواہ زبانی

کی چلتی ہوئی نبض رُک جائے۔ دنیا کی گھڑی کی سوئیاں ٹوٹ کر خاک میں
مل جائیں۔ یا خود جہنم دنیا کی تباہی کا ناقوس بھونکے۔ بس یہ ہے میری شرط
ابلیس :- تو بس معاملہ ختم سمجھیں۔ لیکن یاد رہے کہ شیطان کو بات کر کے بھولنے
کی عادت نہیں۔

فائوسٹ :- اور میں بھی اپنے قول کا پکا ہوں۔

ابلیس :- لیکن ایک چیز ابھی باقی ہے۔ ہم رسم و رواج کے بندے ہیں۔ اسلئے
اگر یہ اقرار نامہ معرض تحریر میں آجائے۔ تو خوب ہو۔ صرف ایک سطر کافی ہے
فائوسٹ :- میری رُوح تو عہد کر چکی ہے۔ اب اس مرتعش ہاتھ کی کمزور تصدیق
کی آخر کیا ضرورت ؟

ابلیس :- بس یہ میرا ایک فضول وہم ہے۔ جو کبھی کبھی مفید ثابت ہوتا ہے۔ غرض
یہ ہے کہ بعد میں جھگڑا نہ ہو۔

فائوسٹ :- بہت خوب میں تیار ہوں۔

(ابلیس ایک دستاویز نکالتا ہے)

ابلیس :- نیز اس مقصد کیلئے ہم سیاہی کی جگہ خون کا ایک قطرہ استعمال کریں گے۔
لیجئے میں آپ کی رگ میں نشتر پھموتا ہوں۔

فائوسٹ :- بہتر۔ میں رضا مند ہوں۔

(ابلیس فائوسٹ کے بازو میں نشتر لگاتا ہے۔ اور اسکے ہاتھ میں قلم

دیتا ہے۔ فائوسٹ دستاویز پر دستخط کر دیتا ہے)

مجھے اس سِل ارغوانی سے خاص محبت ہے۔ عوام کے ہاں لکھنے کیلئے

کسی اور چیز کا رواج ہے۔ لیکن ہمارا کام خون کی دھار ہی سے لکھتا ہے۔

فائوسٹ :- اس بات کا قطعاً اندیشہ نہ کرو۔ کہ میں اپنا عہد توڑ دوں گا۔ اب اس

کے بعد میری نئی جگہ تمہاری صحبت اور ہمراہی میں ہوگی۔ اب میرے لئے چسنے کا نیا کے راز ہائے سرسبز کے انکشاف کی بے سود کوششوں میں عمر عزیز برباد کر دی اس کے سوا کوئی کام نہ ہوگا۔ کہ نفسانی عیش و عشرت کے سمندر میں گہرائیوں کی سیر کروں۔ زندگی کے دیرانہ میں نئی خواہشات کی دنیا میں آباد کروں۔ اور دامن آرزو کو ایسی سرتوں سے مالا مال کروں۔ جو عالم خواب میں بھی نہ دیکھی ہوں ابلیس :- بس۔ پھر قلب صمیم کے ساتھ آئیے۔ دسترخوان بچھ رہا ہے۔ اور اس پر ہر قسم کی بہترین پشتریاں نہایت نفاست سے چتی ہوئی ہیں۔ لیکن پہلے ضروری ہے۔ کہ ہم علم و حکمت کے اس فضول گودڑ سے جو احمقوں کیلئے آپ نے سمیٹ رکھا ہے۔ آپ کو تہی دامن کر دیں۔ اب ضرورت نہیں۔ کہ ہم محض پانی کو بلوتے رہیں جس سے مکھن کبھی نکل ہی نہیں سکتا۔ اور نہ ہی نوجوانوں کو وہ باتیں سکھانے کی ضرورت ہے۔ جو عمر رسیدہ لوگوں کو بھی معلوم نہیں ہو سکیں۔ ایسے احمق بہت کافی ہیں جو علم و فضل کا جبہ پہنتے ہیں۔ اور جن کے فرسودہ دماغ ان تہی مغز موقوفوں کی تسلی کیلئے جن کو ان فضولیات کا شوق دامگیر ہو۔ کافی ہیں۔ آپ کی آزاد روح اس سے بدرجہا بہتر اور اعلیٰ غذا کی مستحق ہے۔ (دروازہ پر دستک ہوتی ہے)

کوئی دروازہ پر دستک دے رہا ہے۔ غالباً آپ کا کوئی عقیدت کیش شاگرد ہوگا۔

فاؤنڈٹ :- سب مجھے اس سے ملنے کی خواہش نہیں۔ اسے کہو۔ چلا جائے۔ ابلیس :- نہیں وہ دور دراز سے آیا ہے۔ یہ نامناسب ہوگا۔ کہ اس کے دماغ کی تشنگی کو علم کے پانی سے نہ بجھایا جائے۔ ذرا اپنا جبہ و دستار مجھے دیجئے آپ کی بجائے میری عقل و فراست کام دے سکیگی۔ اور اس اثنائیں آپ

جا کر سفر کی تیاری کریں۔

فادسٹ :- دنیا کے ایک کنارہ سے دوسرے کنارہ تک کا سفر؟

(فادسٹ چلا جاتا ہے)

ابلیس :- ہاں دنیا کے ایک کنارہ سے دوسرے کنارہ تک ہوتے ہوئے سیدھے جہنم کو۔ اب میں اس کو قابو کر چکا ہوں۔ وہی دیر دل جو اُسے دنیا کی عشقوں سے بچاتے ہوئے روحانی بندگیوں کی جانب لئے جاتا تھا۔ اب انجام کار اسکی روح کیلئے تباہی خیز چٹان ثابت ہو گا۔

(دستک کی آواز پھرتی ہے)

آئیے آئیے۔

ایک طالب علم اندر داخل ہوتا ہے۔

طالب علم :- حضرت علامہ۔ میں ایک دُور دراز سرزمین سے حاضر ہوا ہوں۔ کہ حضور کی زیارت سے جنکے علم و فضل کی دھاک چار دانگ عالم میں بندھی ہوئی ہے شرف اندوز ہوں۔

ابلیس :- یہ آپ کا حسن ظن ہے۔ میں تو ایک سیدھا سادہ آدمی ہوں۔ یا اس سے کچھ زیادہ یا شاید قدرے کم۔ کچھ کہہ نہیں سکتا۔ طالب علم :- میں علم کی تشنگی سے بیقرار ہوں۔

ابلیس :- خوش نصیب نوجوان۔ اس تشنہ لبی کا اس سے بہتر کوئی علاج نہیں کہ تم یہاں آ گئے۔

طالب علم :- لیکن میں ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ اپنی طبیعت کی ایک کوتاہی کا اعتراف کر لوں۔ ان علمی درسگاہوں سے میرا دل گھبراتا ہے۔ محسوس ہوتا ہے۔ کہ فضا میں سے کوئی چیز سیسہ کے گولے کی مانند میرے دماغ پر لگتی ہے۔

ابلیس :- نہیں یہ حالت خود بخود جاتی رہیگی۔ نوزائیدہ بچہ پہلے اپنی ماں کی چھاتیوں سے منہ موڑ لیتا ہے۔ اور پھر انہی کی طرف راغب ہو کر وہی دودھ پینے لگتا ہے جس سے منہ موڑتا تھا۔ علمی غذا شروع شروع میں لذیذ معلوم نہیں ہوتی۔ خوں جوں کھاتے جاتے گئے۔ اسکی لذت بڑھتی جائیگی۔

طالب علم :- شکریہ۔ علامہ صاحب۔ میں ہر معاملہ میں حضور کے مشورہ پر عمل پیرا ہوں گا۔ ابلیس :- تمہیں علم کے کس شعبہ کا خاص شغف ہے۔

طالب علم :- زمین و آسمان کے تمام علوم۔ جملہ اسرار و معارف جو فطرت کے سینہ سے عالموں نے معلوم کیئے ہیں۔ میں ان سب کو حاصل کرنیکا آرزو مند ہوں۔ ابلیس :- غنیمت ہے۔ کہ تم نے اپنے علمی شوق کے حلقہ کو زیادہ وسیع نہیں کیا۔ تم ایک دُور اندیش نوجوان معلوم ہوتے ہو۔ لیکن یاد رہے۔ کہ اس محدود نصاب تعلیم کیسے بھی خاص محنت اور توجہ درکار ہے۔

طالب علم :- تنہا اور اپنی تمام زندگی میں بصد شوق اس شاندار کام کیسے وقف کئے دیتا ہوں۔ اگرچہ میں تسلیم کرتا ہوں۔ کہ موسم گرما میں میرا دل گرمائی عیشوں کیلئے بقیار ہوتا ہے۔ کیا یہ کوئی مذموم بات تو نہیں۔

ابلیس :- نہیں۔ اسکا انتظام ہو سکتا ہے۔ یہ کوئی مذموم بات نہیں۔ لیکن اس رجحان کی موجودگی میں یہ زیادہ قرین دانش ہو گا۔ کہ تم اپنے لئے کوئی نخلِ دائرہ نصاب اختیار کرو۔

طالب علم :- ایک وقت میرا خیال تھا۔ کہ قانون کو اختیار کروں۔ لیکن اب خدا معلوم کیسے میرا دل اس سے منحرف ہو گیا ہے۔

ابلیس :- میرے دل کا بھی یہی حال ہے۔ مجھے بھی قانون سے کوئی رغبت نہیں۔ بلکہ اس کے خلاف اب تک ایک ناقابل ضبط جذبہ میرے دل میں موجزن ہے۔

طالب علم :- حضور کے دانشمندانہ الفاظ مجھے اپنے خیال میں راسخ بناتے ہیں۔ اگر اجازت ہو تو بندہ اپنی تعلیم کا آغاز الہیات سے کر لے گا۔

ابلیس :- ہاں یہ میرا خاص موضوع ہے۔ یہی اختیار کرو۔ اس کے اصول سادہ اور حقائق بدیہی ہیں۔ انسانی غور و فکر کے حلقوں کے برعکس جہاں بحث مباحثوں کی گرم بازاری ہے۔ اور مختلف طبقے ایک دوسرے سے برسرِ بیگناہ ہیں۔ یہاں معاندہ دگرگوں ہے۔ الہیات کا مطالعہ امن اور صلح کی جلب و رہنمائی کرتا ہے۔ اور سنو جب فارغ التحصیل ہو جاؤ۔ اور تمہارے دل و دماغ عقائد سے معمور ہو جائیں۔ اور تم دوسروں کو آسمانی تعلیم دینے لگو۔ تو ان غذاؤں اور عقوبتوں کا ذکر خاص طور سے ناک مزاج لگا کر کیا کرنا۔ جو بدکاروں کیلئے مقدر ہو چکی ہیں۔ ایک ایک کا ذکر شرح و بسط سے کرنا گویا معلوم ہو۔ کہ تمہارے منبر کے قریب ہی شیطان کھڑا ہے۔

(یہ بات ابلیس اس کے کان میں پھونکتا ہے)

طالب علم :- علامہ صاحب۔ آپ تو مجھے خوفزدہ کر رہے ہیں۔

ابلیس :- کیوں۔ میرے بیٹے۔ ایسی تعلیم کیلئے تو یہ خاص ہدایت ہے۔

طالب علم :- ہاں؟ بہتر!

ابلیس :- لیکن سنو۔ صدیوں کے اس گوڈر میں سے جس کو لوگ الہیات کہتے ہیں۔ ضروری تعلیم صرف استفادہ ہے۔ کہ اس کیلئے محض تین سال کی میعاد کافی ہے۔ پھر اس کے بعد کیا ارادہ ہے؟

طالب علم :- پھر طب کا ارادہ ہے۔

ابلیس :- اچھا خیال ہے۔ لیکن یہ رستہ سمجھو۔ کہ یہ قدیمی علم کرم خوردہ اور بوسیدہ کتابوں میں ہی بند ہے۔ انہیں کامیابی کی بلندیوں تک پہنچنے کیلئے

ایک اور مختصر راستہ بھی ہے۔ یاد رکھو۔ کہ اصلی بیماریوں کیلئے موت ہی تمام واحد اور بظہار علاج ہے۔ ایسے تمام بیماروں کو ان خواہ مخواہ مداخلت کرنے والے احمقوں کیلئے چھوڑ دو۔ جو قدرت کی کارروائیوں میں مداخلت کی کوشش کرتے ہیں۔ البتہ امراض نسوانی کی ایک دنیا ہے۔ جنکا ایک ہی ہیج ہے۔ اور ایک ہی علاج۔ ان کے علاج میں تم شہرت اور مہارت خصوصی حاصل کر سکتے ہو۔ ان کی تیمارداری اچھی طرح سے کرو۔ مشورہ دیتے ہوئے ان کی بنفص کو ہمیشہ انگلیوں سے چھوتے رہو۔ دیر تک ان کی آنکھوں میں نہ نکھیں ڈالے رکھو۔ کیونکہ علامات مرض ہمیشہ وہیں نظر آتی ہیں۔ گھما گھما کر تشخیص مرض کیلئے ضروری ہوگا۔ کہ تم انکی ڈھیلی چولی کے نیچے ہاتھ ڈال کر ان کے دل کو ٹٹولو۔ اور یا کبھی ان کی کمر کے گرد یہ دیکھنے کیلئے اپنا بازو حائل کر دو کہ آیا کمر بند تو ضرورت سے زیادہ کس کر نہیں بدھا ہوا۔ یہ معمولی اشارات ایک طالب علم کی رہنمائی کیلئے کافی ہیں۔ اگر تمہیں اپنے کام سے شغف ہے۔ تو باقی امور بالکل سہل ہیں۔

طالب علم :- شکریہ۔ علامہ صاحب۔ آج تک کبھی بھی مجھے علم و حکمت اس قدر آسان معلوم نہ ہوئے تھے۔ میری خواہش ہے۔ کہ اسی لمحہ سے میری تعلیم شروع ہو جائے۔

ابلیس :- علم و دانش کا پختہ پھل درخت کے ساتھ لٹکا رہا ہے۔ اب صرف اس کو توڑنے کی کسر ہے۔

طالب علم :- پیشتر اس کے کہ میں جاؤں۔ آپ ازراہ نوازش میری بیاضیں اپنے دست مبارک سے ایک آدھ لفظ ثبت فرمادیں۔

ابلیس :- بصد شوق۔

(وہ کہتا ہے۔ اور بیاخت کو واپس دیتا ہے جس پر سے طالب علم پڑھتا ہے)
طالب علم :- ”خود ضبطی سے کام لو۔ اور تمام دنیا تمہارے قدموں میں ہوگی“

(طالب علم باہر چلا جاتا ہے)

ابلیس :- امنگوں سے بریز نوجوان کو دور جانا چاہیے۔ شاید انجام پر ہم پھر ایک دفعہ
میں گے۔

(فاؤسٹ داخل ہوتا ہے)

اچھا۔ علامہ صاحب۔ تو آپ تیار ہیں۔ آئیے اب تمام دنیا

ہمارے پاؤں کے نیچے پھیلی ہوئی ہے۔

فاؤسٹ :- لیکن اس سے فائدہ کیا۔ جب کہ مردِ ایام نے مجھے خمیدہ پشت
اور دنیا بھر کی عشرتوں کے ناقابلِ بنا رکھا ہے۔

ابلیس :- راسکا علاج تو چٹکی بجاتے ہو سکتا ہے۔ زمین کے ٹنگافوں میں ایک
تار ایک غار ہے جس کے اندر ایک چٹرل رہتی ہے۔ جہاں اسکی بوزنہ

ادلاد اس کی خدمت میں مصروف ہے۔ وہ اس کے اور میرے غلام

ہیں۔ چٹرل اس غار میں ہر وقت ایک گھولتی ہوئی دیگ کے پاس بیٹھی

رہتی ہے۔ وہ ایک منتر پڑھتی ہے۔ تعویذ دیتی ہے۔ جس کی تاثیر سے بڑھوں

کو شباب کی گمشدہ دولت دوبارہ نصیب ہوتی ہے۔ چلو سیدو میں چلیں

(گرج کی آواز سنائی دیتی ہے)

دیکھئے۔ جو نہی یہ لبادہ میں آپ کو اڑھائو لگا۔ ہم برقی رفتاری سے
اپنا سفر طے کرنے لگیں گے۔

(فاؤسٹ کو لبادہ اڑھاتا ہے)

اب دیکھیں۔ ہم تاریکی کے بے رُدنق راستوں پر پرواز کرتے ہوئے اچانک

پستی کا رُخ کرتے ہیں۔ تو ہارٹیاں جدا جدا ہوئی جاتی ہیں۔ ہمارے اوپر
پکڑ لگانے والا عقاب جو ایک ٹمٹماتے ستارہ کی طرح دکھائی دے رہا ہے۔
ماہتابی فضا میں مصروف بلند پروازی ہے۔ کیا آپ کی پیشانی صبا کے نیم شبی
کا اثر محسوس نہیں کر رہی۔ جب کہ گہرائیوں میں سے میری ماتحت ارجح خیمہ
مل کر نکلتی اور ہماری آمد کا اعلان کر رہی ہیں۔

گکانے کی آواز

مستزل چٹانوں میں سے جو شکستہ اور سختہ ہیں۔ اور رات کے
دیران کھیتوں میں سے وہ اپنے راہواروں کو شعلہ کی مانند عمیق ترین
گہرائیوں کی جانب مائل و درپہ واد میں چلانے آ رہا ہے۔
ابلیس :- زمانہ کی ترازو ان سرخ اسیر لمحات کا اندازہ لگانے سے قاصر ہے۔ جو
ہمیں منزل مقصود پر پہنچنے میں لگے ہیں۔ خاموشی اب ہم قریب آ پہنچے۔
بوزنوں کا گیت

ہمیشہ کھولتی ہوئی دیگ کے ارد گرد بیٹھے ہم ہوا اور خاک کے
تانا بانا سے ایک پوشاک بنتے ہیں۔ بڑھاپے کی مرجھائی ہوئی کھال کو
جیسے غریب چمکیے خوبصورت رگ دریشہ سے شباب کی نازکی
بچھتے ہیں۔

(ابلیس کی پہلی تقریر اور ان گیتوں کے دوران میں منظر بدھم اور تاریک ہو
جاتا ہے۔ روشنی کی صرف ایک شعاع ابلیس اور فاؤسٹ پر پڑتی ہے۔ جو شیج کے
ایک جانب کھڑے ہوئے ہیں۔ پیٹے منظر کھرا اور بادلوں کی دنیا میں تبدیل ہوتا ہے
(انتظام کیا جائے۔ کہ بادل تیزی سے اوپر کو اٹھتے ہوئے دکھائی دیں۔ اور دیکھنے
والے کو معلوم ہو۔ کہ بادل نہیں اٹھ رہے۔ بلکہ فاؤسٹ اور ابلیس تیزی سے نیچے جا رہے

ابلیس :- یہ پوچھنے کی کیا ضرورت ہے ؟ علامہ صاحب :- میں تو محض آپ کی خدمت کیلئے اس کو یہاں بلا رہا ہوں ۔

فادسٹ :- اگر تو ہی مجھ کو میرا گم شدہ شباب واپس دے سکتا ہے ۔ تو پھر اس مجوزہ کی مکروہ شعبہ بازی کی کیا ضرورت ، کیا تو خود ہی اپنی اعلیٰ طاقتوں سے کام لیکر وہ گنڈا تیار نہیں کر سکتا ۔

ابلیس :- وہ طاقت جو سوائے اپنے اور کسی کو استعمال نہیں کر سکتی ۔ بیچ محض ہوتی ہے ۔ قوی تر روح کو جو تمام بدی کا سرچشمہ ہے ۔ اپنے کاموں کی تکمیل کیلئے تمام خدام کی ضرورت ہوتی ہے ۔ روزِ ازل سے لیکر آج تک کروڑوں چرخے گھر گھر چل رہے ہیں ۔ اور رنگ برنگ کے دھاگوں سے بنی نوہا انسان کی قسمت کی گلیم بن رہے ہیں ۔

بوزنہ

سنو ۔ سنو ۔ خاموش ۔ خاموش ۔

ظلمت کے طوفانوں پر سوار سحری شاقول کی طرح جو سمندر کی گہرائیاں تاپتا پھرتا ہے ۔ وہ آ رہی ہے ۔ آ رہی ہے ۔ پھر ایک مرتبہ یہاں تشریف لا رہی ہے (دیگ میں یکا یک ابال اٹھتا ہے ۔ ایک بہت بڑا شعلہ لپکتا ہے اور جڑیل ناگہاں اس طرح نازل ہوتی ہے ۔ گویا چٹان کی کسی دراڑ کے رستے آئی ۔ وہ چمچ اٹھا لیتی ہے ۔ اور بوزنوں کو ڈراتی ہے ۔ جو اسکی آمد پر منتشر ہو جاتے ہیں)

چٹریل :- اے لعنتی گروہ ۔ کیا کام کرنے کا یہی طریقہ ہے ۔ کہ ابال ابال کرتے ہوئے ہمارے قیمتی سالن کو خراب کر دیا ۔

(فادسٹ اور ابلیس کی طرف متوجہ ہو کر)

اور تم ملعون ہستیو۔ تم یہاں کیا بنا رہی ہو۔ آگ کے شعلے تمہارے جسموں سے
گوشت کو چاٹ لیں۔ اور تمہارے دلوں اور دماغوں کو چٹ کر جائیں۔

(وہ دیگ میں سے چمچہ بھرتی ہے۔ اور انکی جانب آگ پھینکتی ہے)

ابلیس :- غلیظ اور نجیٹ چڑیل۔ کیا تو اپنے مانک کو نہیں پہچانتی۔ ایک لفظ

سے میں تیرے اور تیری بد بخت نسل کے پر نچھے اڑا دوں گا۔ اور ان کو آگ
کے پکے ہوئے شعلوں کے حوالے کر دوں گا۔ بس روک ہاتھ !

(وہ چمچہ چھین لیتا ہے۔ اور صراحیوں گھڑوں اور برتنوں کو

جو دیگ کے ارد گرد پڑے تھے۔ توڑ پھوڑ دیتا ہے)

چڑیل :- (قدموں میں گر کر) اچھے آقا۔ میری خطا معاف کر۔ اصل بات یہ ہے
کہ میں نے جناب کا پھٹا ہوا کھردکیا ہی نہیں۔

ابلیس :- ہوں ! میں بھی کچھ دنوں سے ایسا خوبصورت جوتا استعمال کر رہا ہوں
جو زمین پر گامزنی کرنے والے امرا کی شان کے شایاں ہو۔

چڑیل :- میرے اچھے آقا۔ کیا اجازت ہے۔ کہ میں تجھ کو تیرے اصلی نام سے پکاروں۔
ابلیس :- نہیں ابھی نہیں۔ مجھے ابھی ایک ایسا کام کرنا ہے۔ جس کیسے مجھے کسی
اور خطاب کی ضرورت ہے۔

چڑیل :- پھر فرمائیے کیا حکم ہے۔ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتی ہوں۔

ابلیس :- میرے ہمراہی کی خواہش ہے۔ کہ وہ تمہاری قدیمی شراب سے شاد کام ہو
چڑیل :- تو کیا آپ مجھے اسکی قیمت دینگے ؟

ابلیس :- ہاں نوچندی کی رات کو جو کچھ بھی مانگو۔ تمہیں مل جائیگا۔ لیکن یاد رکھو

شراب قدامت کے لحاظ سے بہترین ہو۔ ہمیں ادنیٰ قسم کی تند شراب کی
ضرورت نہیں۔

چٹریل :- (اشارہ کرتے ہوئے) وہ شراب اس بوزنے کی پیدائش سے ایک ہزار سال پہلے کشید کی گئی تھی۔

(سرگوشی کرتے ہوئے)

لیکن یہ یاد رہے کہ اس کے استعمال سے یا صحت حاصل ہوگی یا موت درمیانی راستہ کوئی نہیں۔

ابلیس :- اس امر کی احتیاط میں کر لوں گا۔ مجھے اس کے مرض کا علم ہے۔ اسے اسی علاج کی ضرورت ہے۔ بس اب جاؤ۔ اور فی الفور مطلوبہ چیز تیار کرو۔ اور جب سب کچھ تیار ہو جائے۔ تو اس مینائے روشن کو اس سے بسر نہ کرو۔

چٹریل :- تب ادھر آؤ۔ اور تیار ہو جاؤ۔

(بوزنے اس کے گرد ایک دائرہ میں جمع ہوتے ہیں۔ اور اپنی پشتوں کو ہلا کر نیرسا بناتے ہیں۔ جس پر وہ اپنی جادو کی نغمہ کتاب کھولتی ہے۔ تب وہ فائرسٹ کی جانب متوجہ ہوتی ہے)

فائرسٹ :- یہ فضول شجیدہ بازی احمقوں کیلئے وضع کی گئی تھی۔ مجھے اس قسم کے شجیدوں سے نفرت ہے۔ بس مجھے اس سے زیادہ دیکھنے کی خواہش نہیں۔

ابلیس :- صبر۔ صبر۔ علامہ صاحب۔ اب کام ختم ہوتے کو ہے۔ جو تک وہ طلسم تیار کرے۔ آپ اس چٹان کی اندرونی خالی جگہ کو ملاحظہ فرمائیں۔

کہتے ہیں کہ قدیم زمانہ میں جب کہ باغ عدن کے پھول ابھی کھلے نہ تھے دختر گیتی کی ماں یہیں پر سکونت پذیر تھی۔

(چٹریل اپنے منتر پڑھتی جاتی ہے۔ اور اسی دوران میں ایک

نسوانی صورت نظر آتی ہے۔ جو قریباً غریباں ہے۔ اور اس کے بدن پر پتے آگے ہوئے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ نازنین بھی اسی

برگ و بار کا ایک جزو ہے)

فاؤسٹ :- یہ نادردہ روزگار ہستی ایک آسمانی حور ہے۔ جس کا حسن قدرت کی سرکش
ادا کا مظہر کامل ہے۔ کاش! عشق و محبت مجھے ایسے سبک پر دان باز دے عطا کرتے
کہ میں فوراً اس طلسمی چہستان میں پہنچ سکتا۔ جہاں یہ حور رہتی ہے۔ کیا یہ
فانی مخلوق ہے؟ کیا انسان اس آسمانی حور سے ہمکنار ہو سکتا ہے؟

ابلیس :- نہیں اب ادھر توجہ کریں۔ جام شراب حاضر ہے۔ جو صورت آپ نے دیکھی
اس قسم کی کروڑوں حسین و جمیل صورتیں اس دنیا میں موجود ہیں۔ جس میں اب
ہم داخل ہونگے۔ یہ صورتیں بظاہر مختلف اور تغیر پذیر ہوتی ہیں۔ لیکن حقیقت
سب کی ایک ہی ہوتی ہے۔ دیکھو۔ وہ غائب ہو گئی۔

(صورت غائب ہو جاتی ہے)

فاؤسٹ :- آہ۔ اس کو پھر واپس بلاؤ۔

ابلیس :- یہ جام شراب آپ کو سب کچھ دلائیگا۔ کیونکہ ہر خواہش کی تکمیل کا سامان اسی
میں مضمر ہے۔

(وہ جام شراب فاؤسٹ کے پیش کرتا ہے۔ اور چٹیل منتر پڑھتی ہے)

چٹیل :- بڑھاپے کی پرشکن کھال اس دیگ میں ڈوبتی اور ابھرتی ہے۔ داناؤں کا علم
اور حکیموں کی حکمت اس طلسمی شراب کے سامنے بیچ ہیں۔ اس کو پیو۔ اور دیکھو
کہ جوانی کی حرارت کس طرح تمہارے رگ دپے میں دوڑ جاتی ہے۔ تازہ انگلیں
اور نئی تمنائیں تمہارے دل کے اندر گد گدائے لگتی ہیں۔ تمام آرزوؤں اور خواہشوں
میں تم شاد کام اور بامراد ہوتے ہو۔ سب کچھ اسی میں ہے۔ اور سب کچھ تمہارا
ہے۔ سب اسی پیالہ میں مضمر ہے۔

(فاؤسٹ اس جام شراب کو ہونٹوں سے لگاتا ہے۔ اور چونک

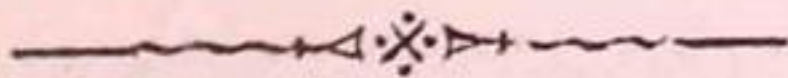
کر بیچھے ہٹتا ہے۔ کیونکہ اسمیں سے آگ کا شعلہ نکلتا ہے)
ابلیس :- میرے رفیق ہو کر آپ آگ سے خوف کھاتے ہیں۔ خوب سیر ہو کر اس آتش بیل
کو نوش فرمائیں۔ اور کوئی خوف نہ کھائیں۔

(فاؤسٹ جام شراب نوش کرتا ہے۔ منظر کیلخت تاریک ہو جاتا
ہے۔ گرج کی آواز سنائی دیتی ہے۔ اور پھر بجلی کی چمک میں فاؤسٹ
غممہ لباس زیب تن کئے ایک خوبصورت نوجوان کی صورت میں
نظر آتا ہے)

چڑیل :- اے لو۔ کام بن گیا۔ مقصد پورا ہوا۔

(ایک وحشیانہ چیخ کے ساتھ وہ فاؤسٹ کی طرف جو روشنی میں
کھڑا ہے۔ انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے چھلانگتی ہے۔ ابلیس کا چہرہ
سرخ ہو جاتا ہے۔ اور چڑیل اپنے بوزنوں کے حلقہ کے درمیان ایک
وحشیانہ رقص کرنے لگتی ہے۔ جبکہ :-

پردہ گرتا ہے :-



دوسرا ایکٹ

پہلا منظر

منظر :- زمانہ وسطیٰ کے ایک جرمن شہر کا چوک جس کے ایک جانب شراب خانہ ہے۔ سامنے میز بچھ رہی ہے جس کے ارد گرد چند طالب علم اور دو مسلح فوجی سپاہی بیٹھے ہیں۔ دوسری جانب ایک خوبصورت گرجا کی ٹیڑھیالیں ہیں۔

اس سین کا آغاز طالب علموں کے ایک گانے سے ہوتا ہے

(فاصلہ پر بائیں جانب سے ڈھول کی آواز سنائی دیتی ہے)
یہ نیڈر :- بس۔ اب اپنی فرسودہ راگنی کو بند کرو۔ کیا ڈھول کی آواز ہمیں سنتے۔
جو ہمارے رفیقوں کو بلارہی ہے۔

پہلا سپاہی :- واقعی اب وقت ہے۔ کہ ہم جا کر اپنے لشکر میں شامل ہوں۔
فرانش :- اچھا۔ میں ان تمام بہادر انسانوں کا جامِ صحت نوش کرتا ہوں۔ جو

میدان جنگ کو سدھارتے ہیں۔

اسٹیمر :- اور ان جوانمردوں کا بھی جو گھر میں ٹھہرتے اور فتح و نصرت کے شادیانے گاتے ہیں۔

سائیل :- نہیں خواہ کتنے بھی جام نوش کرو۔ زمانہ جنگ میں تم طالب علموں کو کوئی نہیں پوچھتا۔ مجھے فخر تھا۔ کہ عورتوں کیساتھ الفت جتانے اور محبت کی پٹکیں بڑھانے کے جوڑو صوبہ مجھے یاد ہیں۔ وہ شاید ہی اور کسی کو ہوں لیکن پھر بھی مجھے سخت دھوکا ہوا ہے۔

برنیڈر :- اور کیا یہ درست ہے۔ کہ وہ ریشائیل سپاہی کے ہمراہ کہیں جایا کرتی ہے اسٹیمر :- ہاں افسوس کے ساتھ مجھے کہنا پڑتا ہے۔ کہ یہ درست ہے۔ کاش میں بھی فوجی سپاہی ہوتا۔

برنیڈر :- سن لو۔ اے خیر بے دم۔ سارے آگڑ برگ کا فولاد بھی اکٹھا کیا جانے تو بھی تیری اس بڑی توند کیلئے ذرہ بکتر کا بنانا مشکل ہو گا۔

اسٹیمر :- ہوا کرے۔ لیکن اگر میں میدان جنگ میں کام آؤں۔ تو شاید کسی مازنین کے بوسہ کی لذت نصیب ہو سکے۔

سائیل :- خوب۔ یہ لذت تو اسوقت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ جب تیری لاش کے پر نیچے اڑ چکے ہوں۔

اسٹیمر :- واقعی۔ بات تو یہ بھی قابل غور ہے۔ خیر یا ایں ہمہ جام شراب کا بوسہ لینا ہی محفوظ ترین شغل ہے۔ یاد رکھو۔ عقلمندوں کیلئے شراب ہی بہترین مفرح ہے نہ کہ محبت۔

(سپاہیوں کا ایک دستہ داخل ہوتا ہے۔ ان کے پیچھے پیچھے

شہر کے لوگ ہوتے ہیں۔ جو فوجی مصروف بادہ نوشی تھے۔ وہ بھی

ان میں شامل ہو جاتے ہیں۔ اور سب ڈھول کی آواز کی طرف روانہ ہوتے ہیں)

فریش: کیا وینڈٹائن ان میں نہیں ہے۔

سائیل:۔ نہیں۔ وہ دوسرے دستہ کیساتھ جائیگا۔ اے لو۔ وہ آگیا۔
اسٹیمر:۔ اچھا! تو یہ ہے اسکے لئے جام۔ منے۔ اور باقی سب کیلئے بھی۔ میرے حساب میں۔ اس کی خاطر آج ہم خوب پیئیں گے۔

گریٹ:۔ (دور دیکھتے ہوئے) ذرا ہوش سے۔ باتونی۔ اس کے ہمراہ اس کی ہمیشہ مارگریٹ بھی ہے۔ جو ایسی بادہ خواری کو پسند نہیں کرتی۔
اسٹیمر:۔ اچھا۔ تو پھر ہم پیئیں گے تو خوب۔ لیکن خاموشی سے۔

(جونہی وینڈٹائن اور مارگریٹ اندر داخل ہوتے ہیں۔ ان بادہ نوشوں پر ایک سکوت سا چھا جاتا ہے۔ گر جا سے موسیقی کی آواز آرہی ہے۔
اور ان کے پچھلی جانب لوگ گر جا کے زینہ پر چڑھ رہے ہیں)

مارگریٹ:۔ کیا اب تم ضرور چلے جاؤ گے۔

وینڈٹائن:۔ ضرور۔ میری عزیز مارگریٹ۔ ڈھول کی آواز مجھے بلاتا ہی ہے۔

مارگریٹ:۔ اچھا خدا حافظ۔ میری کوئی ساعت نہ گزرے گی۔ جس میں مجھے تمہارا خیال نہ ہو۔ کوئی سبج نہ ہوگی۔ جس میں تمہارے لئے دعائیں نہ کر دوں گی۔

وینڈٹائن:۔ اور میں پیارے ہمیشہ۔ تیری تصویر کو ہمیشہ دل کے آئینہ میں رکھوں گا۔

ایک دفعہ جب میں موسم سرما میں برف پر بصد مشکل چل رہا تھا۔ میرا تصور مجھے وطن

میں ایک نیچے تنہا پھول کی جانب لے گیا۔ جو موسم بہار کی زیبائش تھا۔ اب

کے بھی ایسا ہی ہوگا۔ میدان جنگ کے ہنگامہ خیز آسمان کے تلے جہاں بھی

جاؤں گا۔ اے پاکیزہ ترین سفید پھول۔ مجھے ہر وقت تیرا ہی خیال رہے گا۔

مارگریٹ :- مجھے یہ تاب نہیں کہ تم کو روانہ ہوتے دیکھوں۔ اسلئے میں وہاں اندر چلی جاتی ہوں۔ کہ مقدس مریم فذرا کے حضور میں دعائیں مانگوں۔ کہ قادر تو انا تم کو بخیر و عافیت واپس لائے۔ خدا حافظ۔

وینٹائین :- خدا حافظ۔

(جوہنی مارگریٹ دروازہ کے اندر داخل ہوتی ہے۔ موسیقی کی آواز بلند ہو جاتی ہے۔ نیز ڈھول کی آواز قریب تر سنائی دیتی ہے۔ وینٹائین گرجا کے زینوں پر کھڑا ہو کر اسے جاتے دیکھتا ہے۔ بادہ پرست پھر ہفتہ زنی میں مصروف ہو جاتے ہیں)

اسٹیمیر :- ادھر آؤ۔ وینٹائین۔ ابھی ایک جام کیلئے وقت اور گنجائش ہے۔ سائیل :- اور صرف ایک جام صحت کیلئے۔

وینٹائین :- بعد شوق۔ یہ آپ سب کا جام صحت ہے

اسٹیمیر :- اور تمہارا بھی۔ اچھے وینٹائین۔ خدا کرے۔ تم جلدی میدان جنگ سے واپس آؤ۔ صرف اتنے زخموں کیساتھ کہ تمہاری محبوبہ سے ایک آنسو کا خراج حاصل کر سکیں۔

فراش :- اچھا تو ذرا اس کا نام تو ہمیں بتادو۔ خوب تم تو چھپے رستم نیکلے۔ ہم سے آج تک تم نے یہ بات چھپائے ہی رکھی۔ بس اب اسی کے نام کا جام صحت پیئیں گے۔

وینٹائین :- جب کوئی محبوبہ ہوئی۔ تو نام بھی بتا دوں گا۔ فی الحال تو میں کوئی محبوبہ نہیں رکھتا۔ یہ مشغلے تو ابھی نیکمے گدھوں کیلئے ہیں۔ جو گھروں میں پڑے رہتے ہیں۔ ایک سیاہی کی محبوبہ تو صرف اسکی تیار ہوتی ہے۔

اسٹیمیر :- لیکن آخر کسی نہ کسی کا جام صحت پینا تو ضروری ہے۔ ورنہ پینا فضول ہے۔

بر نیڈر :- (ویلٹاٹین سے) خدا کیلئے اس بچاے پر رحم کر دو۔ پینے کیلئے صحت بتیایا
ویلٹاٹین :- اچھا تو میری ہمشیرہ مارگریٹ کا جام صحت نوش کیا جائے۔ اور
یہ تبادول کہ جو شخص اسکا اہل ہے۔ وہ گویا اس شہر کی بہترین اور پاکیزہ
ترین دوشیزہ کا جام صحت نوش کرتا ہے۔

(جب وہ جام صحت پیتے ہیں۔ تو فوج کا دستہ سیٹج پر پہنچ

جاتا ہے۔ اور ویلٹاٹین انہیں شامل ہونے کو کھڑا ہو جاتا ہے)

ویلٹاٹین :- خدا حافظ۔ دوستو۔ ذرا خیال رہے۔ میری واپسی تک کم از کم ایک
بوتل بچائے رکھنا۔

بر نیڈر :- اگر بڑھا ہوا ٹیمپری اس وقت تک زندہ رہا۔ تو انشا اللہ ایک سے زیادہ
بچیگی بھی نہیں۔

(مہنسی مذاق کی باتوں اور خدا حافظ کی آوازوں کے درمیان

دستہ ویلٹاٹین سمیت رخصت ہو جاتا ہے)

فادرسٹ :- وہ دیکھو۔ ایک بہادر سپاہی میدان جنگ کو سدھار رہا ہے۔

ابلیس :- ہاں۔ ایک دوست کی پیٹھ پر کباب بننے کیلئے۔ اور اس طرح موت سے
ہمکنار ہونے یا ناموری حاصل کرنے کیلئے۔ یا ممکن ہے۔ دونو کیلئے۔ درحقیقت

علامہ صاحب۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے۔ کہ ہم سب سے پہلے یہاں وارد

ہوئے ہیں۔ کیونکہ یہ مختصر سا مجمع تمام حقائق ہستی کا آئینہ دار ہے۔ وہ

اشکبار نازنین کنواریاں جو اپنے چاہنے والوں کو حسرت بھری آواز میں

خدا حافظ کہہ رہی ہیں۔ شام ہونے سے قبل مہنسی خوشی اپنے لب ہانی علیین

دوسروں کے حوالے کر دیگی۔ پس یہاں مختصر طور پر آپ عشق و محبت اور شہرت و

ناموری کے جو زندگی کے توام خواب پریشان ہیں۔ مناظر دیکھ سکیں گے۔۔۔

(کلیسا کی جانب اشارہ کرتے ہوئے) اور ذرا ادھر ان کو بھی دیکھو۔ جواب نہایت
نخسوع و خضوع سے دعاؤں میں مصروف نظر آتے ہیں۔ یہ لوگ کلیسا سے
نکلنے ہی دوبارہ گناہ کا ارتکاب کرنے لگتے ہیں۔ تاکہ پھر آگرتوبہ و استغفار
کر سکیں۔ گویا ان کے نفس اور روح ایک دوسرے کے تعاقب میں اس طرح
کوشاں ہیں۔ جیسے بلی کے نیچے اپنی ہی دم کو پکڑنے کی لا حاصل سعی میں تیزی
سے گھوما کرتے ہیں۔

فاؤسٹ :- (بارہ نوشوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) اور ادھر دیکھو۔ ان کی
زندگی کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے ؟

ابلیس :- انہی زندگی تو بہترین زندگی ہے۔ یہی زندانِ قدحِ خوار تو آپ کے حقیقی
فلا سفر ہیں۔ ہونہ توبہ و استغفار سے کام رکھتے ہیں۔ نہ مستقبل کے رنگیں
خواب دیکھتے ہیں۔ نہ کسی سے جنگ و جدل کرتے ہیں۔ نہ کسی سے محبت کا
دم بھرتے ہیں۔ اور اسی طرح مئے دینا کے شغل میں دن گزار کر زندگی کی منزل
مقصود پر جا پہنچتے ہیں۔

فاؤسٹ :- میں تو سمجھتا ہوں۔ کہ یہ بچارے غفل و غرور سے بیگانہ حماقت کے
پتیلے ہیں۔ مگر کیا فی الواقع زندگی کی منزل مقصود یہی ہے ؟

ابلیس :- نہیں تو۔ آپ کیلئے نہیں۔ میں تو صرف آپ کو یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ
وہ لوگ جو شیطان کی امداد سے محروم ہوتے ہیں۔ کیسے زندگی بسر کرتے ہیں
ہماری ضیافت اس سے بدرجہا بہتر اور نفیس ہے۔ لیکن فی الحال ہم انہی
زندوں کو کچھ پلائیں گے۔ سلام جناب ! (فرش سے)

سائیکل :- (اسٹیمر سے) یہ خوش وضع بہادر کون ہیں !

اسٹیمر :- ان کے لباس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یقیناً کوئی شرفا ہونگے۔

ہر نیڈر۔ شرفا۔ مجھے تو کوئی بنارس کی ٹھگ معلوم ہوتے ہیں۔ جو مانگے مانگے بائیں
اپنا آٹو سیدھا کرنا چاہتے ہیں۔

ابلیس :- (فاوسٹ سے) آپ دیکھیں گے۔ کہ بعض لوگ جب شیطان سے
ملتے ہیں۔ تو اسے کبھی نہیں پہچانتے۔

فاوسٹ :- سلام۔ حضرات !

سائیکل :- کیا آپ کہیں دور دراز سے تشریف لارہے ہیں ؟

ابلیس :- ہاں۔ شراب و کباب اور چنگ و رباب کی سرزمین یعنی ہسپانیہ سے
الٹیمیر :- کیا میں نے نہیں کہا تھا۔ کہ یہ حضرات بہت دور سے آرہے ہیں۔

فرانز :- میں ان کو دعوت دوں گا۔ تم ٹھہرو۔ کیا آپ کو وہاں میرے تشریف بھائی
کو ملنے کا اتفاق ہوا تھا ؟

ابلیس :- وہ درباری مسخرہ ! ہاں اس کا چہرہ حسب سابق تھا۔ اور جس طرح
آپ باتیں کرتے ہوئے ہونٹوں کو بسورتے ہیں۔ وہ بھی اسی طرح بسورتا
تھا۔

الٹیمیر :- خوب۔ اچھا جواب ہے۔ بس پیارے فرانز۔ تم مات کھا گئے۔ کیا آپ
شوق فرمائیں گے ؟

ابلیس :- معاف کیجئے۔ جناب ! میں تو صرف بہترین شراب پیا کرتا ہوں۔
ہر نیڈر :- آپ کے واسطے وہ ہے۔ اڈہ ہمارا دوست تو پینے پر تلا ہوا ہے۔ اگر اور
کچھ نہیں۔ تو مینر پر سے گرنے والے قطرے ہی اس کیلئے کافی ہونگے۔ شراب
کے نام کی اسے پرواہ نہیں۔ بس تیز اسقدر ہونی چاہیئے۔ کہ اس کے حلق
میں آگ لگا دے۔

ابلیس :- شاید کوئی وقت آئے۔ کہ اس کو اپنے مذاق کی شراب دستیاب ہو سکے۔

مجھے اس نمخانہ کا علم ہے۔ جہاں وہ اس کے انتظار میں پڑی ہے۔ اس اثنا میں اگر آپ پسند فرمائیں۔ تو ہم چند جام اڑائیں۔

اسٹیمسر :- بصد شوق - جاؤ - مے فروش کو بلا لاؤ -

ابلیس :- نہیں جناب - رہنے دیجئے - خود میرے پاس وہ وہ نادر شرابیں ہیں - جو اسکے خواب و خیال میں بھی نہ ہوں - مجھے ذرا ایک برآمد دینا -

اسٹیمسر :- وہ پڑا ہے لوکری میں - لیکن حضرت - خیال رہے - ہم نمونہ کیلئے بھی گھونٹ گھونٹ نہیں چاہتے - بلکہ لبالب بھرے ہوئے جام -

ابلیس :- (میز میں سوراخ کرتے ہوئے) اچھا شراب کا نام لو -

اسٹیمسر :- اینجانب تو دیسی کے خواہاں ہیں - اور یہی حب الوطنی کا تقاضا ہے -

فراش :- کیا آپ کے پاس تمام قسم کی شرابیں ہیں -

ابلیس :- جو خواہش ہو - نام لیں - میں تو ہر مذاق کی چیز ہیا کرنے کو حاضر ہوں -

اسٹیمسر :- یہ تو کوئی شعبہ بازی ہے -

ابلیس :- سوراخ بند کرنے کیلئے تھوڑی سی موم ورکار ہے - جلدی کرو - ٹھکے

کی سی توند والے - شراب ضائع نہ ہو - اچھا اب آپ فرمائیے - کونسی شراب

مطلوب ہے ؟

برنیڈر :- شیمپین - اگر آپ دے سکیں !

ابلیس :- (فائو سٹ سے) دیکھا آپ نے - آپ کا محب وطن بدیشی کا طالب

ہے - اور المانوی جام کو فرانسیسی شراب سے بسر نہ کرتا ہے -

سائیل :- مجھے تو کوئی لذیذ اور خوشبودار چاہیئے -

ابلیس :- تو آپ کیلئے پرانی شیرازی بہتر ہوگی -

طالب علم :- میں تو اس وقت نام لوں گا - جب شراب کو بہتے دیکھوں گا - یہ مگر

ہم سب کو اٹو بنا رہا ہے۔

ابلیس :- کیا ہوا، اچھا۔ سوراخ کھول دو۔ اور اپنی اپنی پسند کے مطابق خوب سیر ہو کر پیو۔

(وہ اپنے اپنے گلاس اٹھاتے ہیں اور شراب پینے لگتے ہیں)

سائیل :- حیرت انگیز!

اسٹیمٹر :- آج کا دن بھی کس قدر مسرت خیز ہے۔

ابلیس :- ہاں۔ مگر خیال رہے۔ کہ گلاس میں سے قطرے نہ گریں۔

(اسٹیمٹر اپنے بریز جام کو گرا دیتا ہے اور شراب شعلوں میں بدل جاتی ہے)

اسٹیمٹر :- بھاگو۔ بھاگو۔ جہنم کے شعلے۔

ابلیس :- نہیں نہیں۔ اعراف کی حدیث ہے اور کچھ نہیں۔

(سائیل ایک اور سوراخ کو کھولتا ہے۔ اور شراب کا شعلہ اُٹ

کر اس کے منہ پر لگتا ہے)

سائیل :- یہ تو جادو کے زور سے شراب بنا رہا تھا۔ ایسے پکڑ لو۔ وارڈ الو۔

برنیڈر :- یہ سب جادو تھا۔ جادو۔ اٹھو اور اس کا کام تمام کر دو۔

(وہ اپنے چاقو سے کراہلیس پر ٹوٹ پڑتے ہیں)

ابلیس :- ان کی عقلوں پر پردے پڑ جائیں۔

ان کی آنکھوں پر غلات چڑھ جائیں۔

اور یہ سب یہاں سے جنوبی آسمانوں

کے نیچے پہنچ جائیں۔

(وہ سب کے سب وہیں اُبت بنے کھڑے رہ جاتے ہیں)

سائیل :- یہ کونسی مسز مین ہے؟

برنیڈر :- یہاں تو دودھ اور شہد کی نہریں بہ رہی ہیں۔

اسٹیمپر :- ہر شاخ پر لذیذ سنہری انگوروں کے خوشے لٹک رہے ہیں۔

برنیڈر :- (اسٹیمپر کی ناک پکڑ کر) یہ خوشہ نہایت عمدہ ہے۔ لاؤ۔ کاٹ لیں۔

(اپنا چاقو تو اسٹیمپر کی ناک پر رکھ دیتا ہے)

فراش :- اور یہ ایک اور ہے۔

طالب علم :- یہ تو بہترین ہے۔

ابلیس :- اب ان کو ہوش میں آتے دیکھو۔ اور ہم اس لبادہ میں ان کی نظروں

سے پوشیدہ کھڑے رہتے ہیں۔

انکی نظروں سے پردے اٹھ جائیں۔ انکی آنکھیں کھل جائیں۔

اور جنوبی آسمانوں کی سرزمین سے وہ واپس آجائیں۔

فراش :- ہیں یہ کیا بات ہے۔ وہ انگوروں کے باغ کیا ہوئے!

سائیل :- دراصل ہم پر جادو کیا گیا تھا۔

برنیڈر :- (اسٹیمپر سے) اوہو۔ میں نے تمہاری ناک کو انگوروں کا خوشہ سمجھ رکھا تھا

ابلیس :- (اگ) تعجب ہی کیا ہے۔ کیونکہ یہ انگور کی شراب سے آلودہ ہے۔

اسٹیمپر :- اور میں نے تمہاری ناک کو بھی یہی خیال کیا تھا۔

سائیل :- (فراش سے) اور میں نے تمہاری کو۔

فراش :- (سائیل سے) اور میں نے تمہاری کو۔

ابلیس :- (اگ) احمق کہیں کے۔ اب دفع ہو جاؤ۔ شیطان کا مذاق ہو چکا۔

سائیل :- وہ بھاگ کر گیا کہاں ہے؟

اسٹیمپر :- میرا خیال ہے۔ کہ میں نے اسے منارہ کی چوٹی کے اوپر شراب کے خم

پر سوار دیکھا ہے۔

برنڈر :- اگر وہ بد معاش یہاں ہوتا۔ تو میں اس کے کاسہ سر کے دوڑ کر لے کر ڈالتا۔

ابلیس :- (انگ) بس بکواسی۔ چپ رہ۔ ورنہ کباب سیخ بنا دوں گا۔
فراس :- آؤ۔ اندر چلیں۔ ہوا میں کچھ ایسی خنکی ہے۔ کہ میرا منہ استخوان بھی منہد ہو رہا ہے۔

اسٹیمٹر :- ہاں۔ اندر۔ خنخانہ میں ایک پوشیدہ حجرہ ہے۔ وہاں چلیں۔ اور اس خنکی کا علاج تو شراب ہی ہے۔ بلکہ جادو کیلئے بہترین علاج جام شراب ہے۔
(وہ مکان کے اندر مدہوش انسانوں کی طرح داخل ہوتے ہیں۔
ابلیس کا قہقہہ)

فائوسٹ :- اس اب یہاں سے چلیں۔ ان شرابیوں نے میری طبیعت کو مکر کر دیا ہے۔
(کلید سے موسیقی سنائی دیتی ہے)

ابلیس :- نہیں۔ سنو۔ دعا ختم ہو چکی ہے۔ ذرا ٹھہرو۔
دعا بھی اشتعال انگیز ہوتی ہے۔ اور اکثر اوقات حواس میں از سر نو ارتکاب معصیت کی خواہش پیدا کر دیتی ہے۔
(لوگ گر جا سے نکلنے شروع ہوتے ہیں۔

وہ دیکھو۔ وہ بھاری بھر کم خاتون جو اپنے خاوند کے بازو کا سہارا لئے جا رہی ہے۔ کل رات یہی اپنے باغ میں شیشم کے درخت کے نیچے قصاب سے مصروف بوس و کنار تھی۔ اور دیکھو۔ وہ نوجوان جس کی آنکھیں بھیڑ کی مانند ہر وقت زمین کی جانب ہی لگی رہتی ہیں۔ وہ پورا گندم نسا جو فروش ہے۔ اسکے اطوار کی حقیقت محسوس کرنا چاہو۔ تو ذرا اس کے مالک کی دختر سے پوچھ دیکھو۔ اور وہ زرد رو و اعظ جس نے مقوڑی دیر ہوئی ایک

دو شیزہ سے وہ کچھ کہا۔ جسکو وہ دوسروں کے آگے بیان نہیں کر سکتی۔ ذرا حضرت کی شکل دیکھو۔ گویا بحرِ عرفان میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

(مارگریٹ گر جاسے رکھ کر زینہ پر کھڑی ہے۔ اور ایک بچے کو پھول دے رہی ہے۔ شیطان کی تقریر کے دوران میں فاؤسٹ کی نگاہیں مارگریٹ کے چہرہ پر جمی رہتی ہیں)

فاؤسٹ :- بس۔ بس۔ بس

وہ مارگریٹ کی جانب بڑھتا ہے

حسین خاتون :- کیا اجازت ہے۔ کہ میں آپ کو گھرتک پہنچاؤں؟
مارگریٹ :- جناب۔ میں نہ تو خاتون ہوں۔ اور نہ حسین۔ نہ ہی مجھ کو گھرتک پہنچنے کیلئے کسی ہمراہی کی ضرورت ہے۔

(یہ کہہ کر وہ چلی جاتی ہے)

فاؤسٹ :- بخدا! کس قدر حسین ہے۔ دنیا کے تختہ پر اس کا کوئی ثانی نہیں۔ وہ موسم بہار کے اولین پھول کی مانند پاکیزہ شاداب اور تروتازہ ہے۔ اگرچہ اس کے عنابی ہونٹ بوسوں کیلئے سخت ہو چکے ہیں۔ لیکن اس کی شرم دھیا سے جھکی ہوئی پکیں ایسا کرنے کی اجازت نہیں دیتیں۔ کاش مجھے یہ دو شیزہ مل سکتی۔

ابلیس :- کونسی دو شیزہ؟

فاؤسٹ :- وہی جو ابھی ابھی یہاں سے گزری ہے۔ ذرا دیکھو۔ وہ کدھر کو جاتی ہے۔ کیا تم نے دیکھا نہیں۔ کہ جب میں اس کی جانب بڑھا تھا۔ تو وہ حیا سے ہٹ گئی تھی۔

ابلیس :- وہ تو جوان لڑکی۔ وہ ابھی ابھی اعترافِ گناہ کر کے آئی ہے۔ میں اس کے

قریب ہی کھڑا تھا۔ جب ریاکار داعی نے اس کو گناہ سے پاک کیا۔ کیونکہ اس
بیچارہ نے ابھی تک کوئی گناہ کئے ہی نہیں میری خواہش تھی کہ تم اپنی لگاؤ
کو بلند رکھتے۔ یہ ننھی ننھی نکلیاں تنگ فتنہ پھولوں کی نسبت ذرا مشکل سے
توڑی جاسکتی ہیں۔

فاؤنٹ :- اس سے زیادہ بلند تو درکنار۔ میرے خیال میں اس جتنی بلند بھی
ملنی محال ہے۔

ابلیس :- (الگ) پاک معصومیت کی خوشبو اس ہوا کے اندر جسمیں میں سانس لے
رہا ہوں۔ ایک زہر سا بھر رہی ہے۔ اس کی نزاکت و کمزوری میری تمام
قوتوں کو زائل کر رہی ہے۔ (فاؤنٹ سے) میں حسین سے حسین عورت کو
آپ کی خدمت میں حاضر کر سکتا ہوں۔ ارشاد ہو۔ تو کسی شہنشاہ بیگم کو اس
کے تخت سے اتار کر آپ کے قدموں میں ڈال دوں۔ یا عہدِ ماضی کے افراق
اٹک کر ان حسین شہزادیوں کو جواب فنا کی نیند سوری ہیں۔ اور جن کے
حسن نے عہدِ قدیم میں دنیا کے امن و امان کو زیر و زبر کر رکھا تھا۔ عدم سے
وجود میں لا کر آپ کے پیش کردوں۔ جب حسنِ خوباں کا یہ شاندار گلزار آپ
کے سامنے ہو۔ تو پھر کیا ضرورت ہے۔ کہ آپ کسی لالہ صحرائی کی آرزو کریں۔ خدا
غور سے اپنے انتخاب پر نظر ثانی کیجئے۔

فاؤنٹ :- میرا انتخاب قطعی ہے۔ اس میں کوئی ترمیم نہیں ہو سکتی۔ میں اور کسی
کو حاصل کرنے کی آرزو نہیں رکھتا۔ بس یہ تو اس حسن و معصومیت کی دیوی
کو میرے حوالے کر۔ یا تیرا میرا معاہدہ نسخ ہے۔

ابلیس :- اس قدر جلدی نہیں۔ اس کام کے لئے وقت کی ضرورت ہے بس
یا قدرے چالاکی کی۔

فاؤسٹ :- وقت کی ضرورت ہے ؛ یہ تو فانی انسانوں کا بہانہ ہے۔ تمہیں یہ بات
زیب نہیں دیتی۔ تمہاری مرضی ہو۔ تو سب کچھ ہو سکتا ہے۔ بس جلدی کرو
جاؤ۔ اور مجھے اس سے کوئی نشانی ہی لا دو۔ اور کچھ نہیں۔ تو اس کے سینے
پر کار و مال ہی ہے۔ غرض کچھ نہ کچھ ضرور ہو۔ بعد ازاں مجھے اس کی جائے
رہائش پرے چلو۔

ابلیس :- نہیں قبلہ۔ ابھی نہیں۔ ابھی تو شام ہونے کو ہے۔ جب ماہتاب کی
روشنی اس کی کھڑکی کی جالی میں سے گزر رہی ہوگی۔ تو وہ وقت ہی عشق و
محبت کیلئے موزوں ہوگا۔

فاؤسٹ :- اچھا۔ فی الحال کوئی تحفہ ہی اس تک پہنچا دو۔

ابلیس :- ہاں یہ اچھا خیال ہے۔ نیک سے نیک دو شیرہ کا دل بھی محل و جواہر
کی پُر فریب چمک سے پیچ جاتا ہے۔ مجھے ایک دینہ کا علم ہے۔ جو کسنی نخیل
نے دبایا تھا۔ مگر وہ پاگل ہو کر مر گیا۔ ہم اس کے دینہ میں سے حسب ضرورت
کوئی چیز لے لیں گے۔

(جب یہ کہہ رہا ہے۔ تو دو غلطوں کا ایک گروہ گرجا سے نکلتا ہے)

سب سے آگے آنے والے غلط کے ہاتھ میں ایک صلیب ہے جسکو

دیکھ کر ابلیس خوف کے مارے پیچھے ہٹتا اور دبا جاتا ہے)

یہاں کوئی چیز ہے۔ جس کو میں پسند نہیں کرتا۔ آؤ یہاں سے ہٹ جائیں

~~~~~





## منظر دوم

سین - ایک چھوٹا سا آراستہ کمرہ  
 فاؤسٹ کو اشارہ سے بلاتے ہوئے ابلیس داخل ہوتا ہے۔

ابلیس :- سلامہ صاحب - تشریف لائیے۔ لیکن خاموشی سے۔ میرے پیچھے پیچھے  
 چلے آئیے۔

فاؤسٹ :- (کچھ وقفہ کے بعد) بس اب مجھے تنہا چھوڑ دو۔ اور تم خدا کے لئے  
 چلے جاؤ۔

ابلیس :- (ادھر ادھر دیکھتے ہوئے) ہوں۔ ہر لڑکی چنیروں کو اس طرح قرینہ  
 سے نہیں رکھا کرتی۔

(چلا جاتا ہے)

فاؤسٹ :- خوش آمدید۔ اُسے خوش رنگ و دلاویز شفق۔ جو اس معبد عصمت کو  
 معمور کر رہی ہے۔ یہاں کی فضا کس قدر سکون بخش اور آسودہ ہے۔ اس تنگی  
 میں کتنی فراخی اور اس کو ٹھہری میں کتنی آسائش و راحت ہے۔

(وہ بستر کا پردہ ہٹاتا ہے)

میرے بدن میں ایک کپکپی سی پیدا ہو رہی ہے۔ کاش میں گھنٹوں یہاں  
 ٹھہر سکتا۔ یہاں فطرت نے مقدس گلی سے قدسی شگوفہ پیدا کیا ہے۔ آہ فاؤسٹ



تو یہاں غمگین دل کے ساتھ کھڑا کیا بنا رہا ہے، تو تو نفسانی دیوانگی کے خیال میں یہاں آیا تھا۔ اور اب محبت کے پاکیزہ نشہ میں مدھوش پڑا ہے

ابلیس :- (واپس آکر) خبردار۔ وہ آرہی ہے۔

فاؤنڈٹ :- آنے دو۔ میں اب یہاں سے نہیں ٹلوں گا۔

ابلیس :- یہ ہے ایک قیمتی ڈبیا۔ جو مجھے کہیں سے دستیاب ہوئی ہے۔ جلدی کرو۔ اور اس کو یہاں پر رکھ دو۔ اس کے اندر پڑے ہوئے جواہر کی جگہ لگاؤ اس کے دل کو موم کر دیں گی۔

فاؤنڈٹ :- آہ کیا کہا۔ میں اسے یہاں رکھ دوں۔ کیا ایسا کرنا مناسب ہے۔ میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آتا۔

ابلیس :- آخر ان سوالات سے آپ کا مطلب؟ کیا ان جواہرات کو آپ اپنے ہی پاس رکھنا چاہتے ہیں۔ کیا آپ کے حرص و آرزو کا دامن پھیل تو نہیں رہا۔ اور اگر ایسا ہی ہے۔ تو پھر مجھے مزید تصدیح سے معاف فرمائیں۔

(ڈبیا کو دراز میں رکھ دیتا ہے)

اب جلدی کریں۔ ادھر آجائیں۔ وہ خود ہی آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائیگی۔ مگر آپ تو اس طرح کھڑے ہیں۔ گویا اپنے شاگردوں کو درس دینے لگے ہیں۔ حیرانی ہے۔ کہ ایک حسین دوشیزہ آپ کی دسترس میں ہو۔ اور آپ طبعیات و مابعد الطبعیات کی طرح خشک، سنجیدہ اور مغموں کھڑے ہوں ادھر آئیے۔

(فاؤنڈٹ اور ابلیس باہر چلے جاتے ہیں)

مارگریٹ بیڈپ نے داخل ہوتی ہے۔

مارگریٹ :- توبہ۔ کس قدر حبس ہے۔ دم گھٹا جاتا ہے۔ (کھڑکی کو کھول دیتی ہے)



لیکن باہر دیکھیں۔ تو گرمی نہیں ہے۔ (باہر کو کنگھی کرنے لگتی ہے) خدا  
معلوم وہ شریف آدمی جو مجھے آج ملا تھا۔ کون ہے۔ وہ ضرور شجاع اور  
خاندانی ہو گا۔ ورنہ وہ اس طرح جرات کے ساتھ مجھ سے ہمکلام نہ ہو سکتا  
لیکن میرے بدن میں کپکپی سی کیوں پیدا ہو رہی ہے۔ میں بھی کس قدر بیوقوف  
ہوں۔ بزدل۔ آہ۔ کاش اچھی جان جلد ہی آجائیں۔

(جب وہ کپڑے اتارنے لگتی ہے تو گاتی ہے)

مقبول میں ایک بادشاہ تھا۔ وہ مرتے دم تک وفادار رہا۔ اس کو  
اس کی محبوبہ نے مرتے وقت ایک سنہری پیالہ دیا۔ وہ اس صراحی کو جان  
سے بھنی عزیز رکھتا تھا۔ ہر لڑائی کے موقع پر وہ اس سے شراب پیا کرتا۔  
شراب پیتے وقت اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑتے۔ جب وہ مرنے  
لگا۔ تو اس نے حساب لگا کر تمام شہر اور بستیاں اپنے جانشین کے حوالے  
کیں۔ مگر وہ سنہری پیالہ نہ دیا۔ وہ شاہی دعوت پر اپنے بہادر امیروں  
کے درمیان اپنے سمندر کے کنارے پر واقع محل میں بیٹھا تھا۔ اور جب  
اس کی زندگی کی شمع گل ہونے کو تھی۔ تو اس نے وہ جام زرین نیچے سمندر  
میں پینکدیا۔ وہ دیکھتا رہا۔ حتیٰ کہ پیالہ بھر گیا۔ اور عمیق سمندر کی تہ میں  
ڈوب گیا۔ اس نے بھی آنکھیں بند کر لیں۔ اور ہمیشہ کی نیند سو گیا۔

(وہ دروازہ کھولتی ہے۔ اور ڈبیا کو دیکھتی ہے)

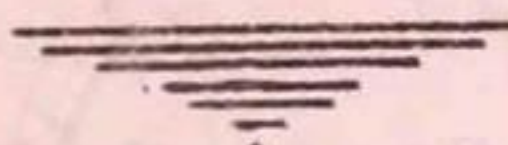
ہیں! یہ خوبصورت ڈبیا کہاں سے آئی، حیرانی ہے۔ میں نے تو خود اپنے  
ہاتھ سے دراز کو قفل لگایا تھا۔ کس قدر عجیب بات ہے۔ مگر اس کے اندر کیا  
شے ہے، اوہو۔ فیتہ کیسا تھ چابی بھی ٹک رہی ہے۔ اب تو کھول کر دیکھوں  
(ڈبیا کو کھولتی ہے)



ہیں! یہ کیا ہے؟ خدایا! یہ جواہرات کہاں سے آئے۔ میری آنکھوں نے  
تو ایسے بیش قیمت جواہر آج تک نہیں دیکھے۔ یہ تو اس قابل ہیں کہ کسی رئیس  
کی بیگم عید بقر عید کو پہنے۔ بھلا دیکھوں۔ یہ زنجیر میرے گلے میں زیب  
دیتی ہے۔

(وہ آئینے کے سامنے جاتی ہے)

کاش یہ مچھلیاں میری ہوتیں۔ ان کے پہننے سے دماغ ہی کچھ اور  
ہو جاتا ہے۔ شباب اور حسن بھی اچھی چیزیں ہیں۔ لیکن محض ان کو کون  
پوچھتا ہے۔ لوگ ان کی تعریف تو کرتے ہیں۔ لیکن محض اس لئے کہ ان کو رحم  
آتا ہے۔ دراصل تمام کا دار و مدار سونے چاندی پر ہے۔ افسوس ہے۔  
ہم غریبوں کی بیگسی اور بے بسی پر۔ سچ ہے۔ غریب کی جوانی اور سڑیوں  
کی چاندنی پونہی ضائع جاتی ہیں۔





# منظر سوم

منظر :- مارگریٹ کا باغ

(مارتھا آتی ہے)

مارتھا :- (رپکارتے ہوئے) مارگریٹ! افسوس - بیوہ ہونا بھی کس قدر مصیبت  
خیز ہے یہ مصیبت بھی کٹ سکتی ہے بشرطیکہ دل کو بیوگی کا پورا یقین ہو۔ اور  
جب اس بات کا بھی پورا یقین نہ ہو۔ تو دل کو غم کا پہاڑ چور چور کر دیتا ہے۔  
میرے خیال میں کسی شخص کو مرنے کا حق نہیں۔ جب تک وہ یہ پیغام اپنے  
گھر والوں کو نہ بھیج دے کہ میں باقاعدہ دفن ہو چکا ہوں۔ ورنہ بچاری بیوہ  
رسم و رواج کے مطابق اس کا ماتم کیسے کر سکتی ہے۔ بیچ ہے۔ دنیا ہے ہی  
مصیبتوں کا گھر۔

(مارگریٹ گھبراہٹ کی حالت میں آتی ہے)

آہ تم یہاں ہو۔

مارگریٹ :- او۔ اماں مارتھا۔ پیاری اماں مارتھا!

مارتھا۔ کیوں بیٹی خیر تو ہے۔ تمہارے دشمنوں کی طبیعت علیل تو نہیں؟

مارگریٹ :- اماں آج صبح جب میں اٹھی۔ تو کیا دیکھتی ہوں۔ کہ دراز میں ایک اور

پہلے جیسا صندوقچہ پڑا ہے۔ کھولا۔ تو اس میں پہلے سے بھی زیادہ قیمتی جواہرات



پڑھے پائے۔ حیران ہوں۔ کہ یہ کیا اصرار ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ کیا کرو۔  
 مار گریٹ :- بویٹی میں تمہیں بتائے دیتی ہوں۔ اپنی ماں سے اسکا ذکر تک نہ کرنا۔ ورنہ  
 وہ پہلے جو اسرات کی طرح خیرات میں کسی پادری کو دیدیگی۔  
 مار گریٹ :- ذری رکھو۔ تو کس قدر خوبصورت اور بیش قیمت ہیں۔  
 مار گریٹ :- رٹ کی تو بڑی نصیبی والی ہے۔

مار گریٹ :- لیکن ادا کا فائدہ کیا۔ میں ان کو پہنکر باہر جانے سے تو لہی۔  
 مار گریٹ :- خیر کیا مرضا لگتا ہے۔ آؤ۔ اب ان کو کہیں چھپا دیں۔ اور تم کبھی کبھی  
 انہیں پہنکر آئینہ کے سامنے اپنا دل خوش کر لیا کرو۔ شروع شروع میں  
 اتنا ہی کافی ہے۔ بعد ازاں وقت گزرتے پر تم کسی تہوار کے دن  
 کوئی ہار یا انگوٹھی پہن لیا کرنا۔ اور اسی طرح آہستہ آہستہ باقی چیزیں بھی۔  
 اول تو تمہاری ماں کو پتہ ہی نہ لگیگا۔ لیکن اگر بغرض محال بگ بھی جائے۔  
 تو ہم کوئی کہانی گھڑ کے اس کی تسلی کر دیں گے۔ کہ یہ تم کو کیسے ملے۔  
 مار گریٹ :- لیکن سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ ان چیزوں کو یہاں لایا کون ہے۔ نیز وہ تو  
 میں بنا نہیں سکتی۔ لیکن میرا دل گواہی دے رہا ہے۔ کہ ان چیزوں کا رکھنا  
 درست نہیں۔

(دروازہ پر دستک)

مار گریٹ :- بس۔ بس۔ بیٹی چپ،

مار گریٹ :- کون ہے؟ میری اماں جان؟ بولو۔

(مار گریٹ دروازہ کی درز میں سے جھانکتی ہے)

مار گریٹ :- نہیں یہ تو کوئی نووارد انسان ہے۔ تم ذری اندر چلی جاؤ۔

(ابلیس داخل ہوتا ہے)



ابلیس :- بیگمات - معاف کیجئے - میں بیگم مار تھا سے ملنا چاہتا ہوں -

مار تھا :- جناب میں ہی بیگم مار تھا ہوں - فرمائیے کیا ارشاد ہے -

ابلیس :- (مار تھا سے الگ) نہیں پھر سہی - میں دیکھتا ہوں - کہ آپ اس وقت کسی عالی

رتبہ بیگم کی خدمت میں مصروف ہیں - پھر کسی وقت سہی -

مار تھا :- سنتی ہو مار گریٹ - یہ صاحب تم کو بیگم تصور کرتے ہیں -

مار گریٹ :- نہیں جناب - میں تو صرف ایک غریب لڑکی ہوں - شاید ان جواہرات نے

آپ کو دھوکا دیا ہے - لیکن یہ میرے نہیں -

ابلیس :- نہیں مجھے جواہرات کا خیال تک نہیں - یہ تو آپ کی شکل و صورت چال

دھال اور وضع قطع کھتی - جسے دیکھ کر میں نے یہ نتیجہ نکالا -

مار تھا :- اچھا تو آپ اپنی تشریف آوری کا مقصد بیان فرمائیے -

ابلیس :- کاش میں کوئی خوشخبری لایا ہوتا - اب تو یہی کہنا ہے - کہ آپ کا شوہر فوت

ہو گیا ہے - اور اس نے مرنے سے قبل آپ کو محبت بھرا سلام بھیجا تھا -

مار تھا :- مر گیا ہے - ہائے خدا - میرا پیارا وفادار شوہر - میری زندگی کا سہارا چل

بسا - اب میرے لئے جینا حرام ہے - کاش مجھے بھی جلدی موت آئے -

مار گریٹ :- حوصلہ کرو - پیاری مار تھا - صبر سے کام لو -

ابلیس :- مجھے پہلے ہی اندیشہ تھا - کہ اس خبر سے اس بچاری کو سخت صدمہ ہوگا

غریب کی حالت قابل رحم ہے -

مار گریٹ :- واقعی اس پر تو مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے - بھلا محبت کا فائدہ ہی

کیا - جب موت اس طرح دنیا میں تنہا ہی پھیل رہی ہو - اسی لئے تو میں نے ارادہ

کر رکھا ہے - کہ زندگی کے دن شادی کئے بغیر ہی پورے کر دوں گی -

ابلیس :- لیکن رنج و غم کے تعاقب میں خوشیاں دوڑی ہوئی آتی ہیں - اور یہی



زندگی ہے۔

مار تھا :- یہ تو بتائیے۔ کہ میرے پیارے شوہر نے کس طرح جان دی۔  
ابلیس :- نہایت اچھی طرح۔ بیگم۔ وہ اب پیڑوا کے قبرستان میں محو خواب ہے۔  
مقدس زمین میں ایک ٹھنڈی اور آرام دہ قبر اس کو مل گئی تھی۔ اور شراب  
کے متوالے انسان کو اس سے زیادہ اور چاہیئے بھی کیا۔

مار تھا :- مرنے وقت اس کے آخری الفاظ کیا تھے۔ کیا اس نے اپنی پیاری اور  
وفا شعار بیوی کیلئے کوئی پیغام نہ دیا تھا؟  
ابلیس :- بس اس نے یہی کہلا بھیجا ہے۔ کہ میری روح کی نجات کیلئے تین سو ختم دلاؤ۔  
مار تھا :- اور اس کام کیلئے کچھ نقدی بھی بھیجی ہوگی۔ ہائے کیسانیک اور سخی انسان  
تھا۔ بڑا ہی لائق مرد تھا۔

ابلیس :- نہیں بیگم اس نے کچھ نہیں بھیجا۔ معلوم ہوتا ہے۔ بھول گیا ہوگا۔  
مار تھا :- کچھ نہیں۔ ایک پائی بھی نہیں۔ کیا اس نے اپنی بیوی کیلئے تھوڑا بہت  
روپیہ بھی جمع نہ کیا تھا۔

ابلیس :- مرنے وقت اگر کوئی چیز اس کے پاس تھی۔ تو صرف توبہ استغفار۔ روپیہ  
پیسہ تو وہ سب اپنے آپ پر خرچ کر چکا تھا۔ بہت ہی لائق آدمی تھا۔  
مار تھا :- واقعی لائق تھا۔

مار گریٹ :- پیاری مار تھا۔ میں صبح و شام اس کیلئے دعائیں مانگوں گی۔ اور اس کی  
روح کو ثواب پہنچایا کروں گی۔

ابلیس :- اس قدر عمدہ خاتون تو اس کی مستحق ہے۔ کہ وہ خود کوئی شوہر رکھتی ہو۔  
مار گریٹ :- جناب مجھے تو ابھی تک اس بات کا خیال بھی نہیں۔  
ابلیس :- اچھا۔ تو پھر ہم کہیں گے کہ کسی جوانمرد سے محبت کی پیشکشیں بڑھاؤ۔ اس



سے بڑھ کر زندگی کو شیریں اور رنگین بنانے والی اور کوئی شے نہیں۔

مارگریٹ :- لیکن ہمارے ہاں تو اسکا رواج نہیں۔

ابلیس :- رواج ہو یا نہ ہو۔ مجھے معلوم ہے۔ کہ بعض اوقات ایسا ہوا کرتا ہے۔

مارتھا :- اچھا جناب میرے خاوند کی آخری خواہش کیا تھی۔

ابلیس :- ہاں۔ اسکی خواہش یہ تھی۔ کہ تمہارے ساتھ بیوفائی کے جو گناہ اس سے

زندگی بھر سرزد ہوتے رہے وہ تم معاف کر دو۔

مارتھا :- ارے۔ یہ تو مدت ہوئی۔ میں نے اس بچارے کو معاف کر دئے تھے۔

ابلیس :- اچھا۔ لیکن پھر بھی وہ کہتا تھا۔ کہ زیادہ قصور تمہارا ہی تھا۔

مارتھا :- جھوٹا کہیں کا۔ مرنے دم بھی جھوٹ نہ چھوڑا

ابلیس :- شاید اخیر وقت میں اس کے حواس پر گندہ تھے۔ کہتا تھا۔ میرا کوئی گھر گھاٹ

نہیں۔ مجھے کبھی چین نصیب نہیں ہوا۔ میں نے کبھی اطمینان کی صورت نہیں

دیکھی۔ یہی اس کے آخری الفاظ تھے۔ جن کو سنکر مجھ پر رقت طاری ہو گئی تھی۔

مارتھا :- اور میری سنیے۔ کہ زندگی بھر مصیبتیں جھیلتی رہی۔ تاکہ اس نگوڑے کو عزت

و آرام میسر ہو۔

ابلیس :- مگر اس نے تو اسکا ذکر تک نہیں کیا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ گھر کو خیر باد کہنے

کے بعد اس نے جائز یا ناجائز طریقوں سے ضرور روپیہ کمایا تھا۔

مارتھا :- اجی۔ طریقوں کے جائز یا ناجائز ہونے پر سرزدی کرنے کی ہمیں ضرورت

ہی کیا ہے۔ میں تو صرف یہ پوچھنا چاہتی ہوں۔ کہ وہ روپیہ اس نے کہاں

چھپا رکھا تھا۔

ابلیس :- یہ بتانا تو مشکل ہے۔ وہی کہا کرتا تھا۔ کہ نیپلز میں جہاں اس کا کوئی

یار و مددگار نہ تھا۔ ایک نوجوان لڑکی تھی۔ جو اس کے ساتھ



رحمدی کا سلوک کرتی تھی۔ اور یہ تو نہیں پتہ ہی ہے۔ کہ اس قسم کی لڑکیاں جو  
خوبصورت بھی ہوں۔ نوجوان بھی ہوں۔ اور رحمدل بھی ہوں۔ قدر سے  
زیر طلب ہوا کرتی ہیں۔

مار تھا :- بد معاش تھا۔ پورا بد معاش۔ اسکی زندگی ہی ان بے حیائیوں میں کٹی۔  
شرابی جوئے باز اور..... آپ سمجھ گئے ہونگے۔ جناب ؟

ابلیس :- اچھی طرح بیگم۔ خیر۔ اب ان باتوں کو جانے دو۔ سال بھر تک اس کا  
ہاتھ کرو۔ اور اس آشنا میں کسی اور خاوند کی تلاش میں رہو۔

مار تھا :- تو بہ۔ میں تو جناب اب محبت کے قریب بھی نہ پھٹکونگی۔ اب یہ بندی تو  
زندگی بھر شادی کا خیال بھی دل میں نہ لائیگی۔

ابلیس :- اوہو۔ اس قدر مایوس ہو گئی ہو۔ تو بہ۔ مجھے تو تمہاری حالت پر رحم آتا ہے  
بلکہ اگر تم یہ نہ کہتیں تو غالباً میں ہی نقد دل حاضر کر نیکیو تیار ہوجاتا۔

مار تھا :- اچھا۔ مگر کیا آپ مذاق تو نہیں کر رہے جناب ؟ (قریب آجاتی ہے)  
ابلیس :- اونہہ اب تو مناسب ہی ہے۔ کہ میں یہاں سے نو دو گیارہ ہو جاؤں

ورنہ خدا معلوم یہ عورت شیطان کے بھی کان کتر ڈالے۔ (مار گریٹ کی طرف  
مڑتے ہوئے) آپ کا خیال کیسٹرف ہے۔ حسین خاتون ؟

مار گریٹ :- مجھے کچھ خبر نہیں جناب۔

ابلیس :- کس قدر حسین اور معصوم ہے ! بیگمات الوداع !

مار تھا :- ٹھہریں تو جناب، آپ نے جو کچھ بیان کیا ہے۔ اس کو مدلل رکھتے ہوئے  
بہتر ہو گا۔ کہ میرے خاوند کے انتقال کی باقاعدہ تصدیق ہو جائے۔

ابلیس :- مجھے پہلے ہی اس کا خیال تھا۔ میرا ایک شریف دوست جو میرا ہم سفر  
ہے۔ اسکی تصدیق اپنے بیان سے کر دیگا۔ میں اسے لے آؤں گا۔



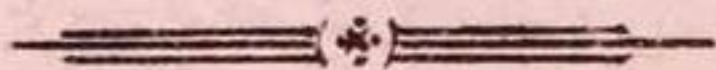
مار تھا :- ضرور لیتے آئیں ۔ جناب ، بالضرور ۔

ابلیس :- وہ نہایت شجاع نوجوان ہے ۔ اور شریف بھی ۔ ( مارگریٹ سے ) تمام خواتین اس سے محبت کرتی ہیں ۔

مارگریٹ :- تو میں ایسے عالی رتبہ انسان کا خیر مقدم کیسے کر سکتی !

ابلیس :- بھولی خانوں ۔ دنیا کا کوئی حکمران ایسا نہیں جس کے خیر مقدم کے تو قابل نہ ہو ۔ ( ابلیس کے اشارہ پر دروازہ کھلتا ہے ۔ اور فاؤسٹ دکھائی دیتا ہے )

مار تھا :- آج شام اسی باغ میں ہم آپ کا انتظار کریں گی ۔





## منظر چہارم

منظر :- ایک باغ - فاؤنٹین اور مارگریٹ آتے ہیں۔

مارگریٹ :- مگر جناب میں سمجھتی ہوں کہ آپ میرے ساتھ محض دل لگی کر رہے ہیں۔  
آپ تو ایک مسافر ہیں۔ جو محض نیک طبعی سے میرے غریب خانہ میں تشریف  
لے آئے ہیں۔ پھر آپ تو ایک دنیا کی سیر فرما چکے ہیں۔ میں حیران ہوں کہ آپ  
کی کہا تو اصرح کروں۔

فاؤنٹین :- میرے لئے تمہاری ایک نگاہ۔ اور تمہاری زبان سے نکلا ہوا صرف  
ایک لفظ دنیا بھر کی داناؤں سے کہیں زیادہ شیریں اور دلاویز ہے۔  
(وہ اُسکے ہاتھ کو بوسہ دیتا ہے)

مارگریٹ :- خدا معلوم آپ کا دل کیسے گوا کرتا ہے۔ کہ میرے بھڑے اور موٹے  
ہاتھ کو بوسہ دیں۔ تاہم میں ممنون ہوں۔ مگر امی جان بہت قریب ہیں۔  
(چلے جاتے ہیں)

(مارتھا اور ابلیس آتے ہیں)

مارتھا :- اچھا تو جناب آپ ہمیشہ سیر و سیاحت میں ہی مصروف رہتے ہیں۔  
ابلیس :- ہاں۔ کاروبار اور تفریح کی خاطر۔ مگر اس میں حسرت بھی رہ جاتی ہے کیونکہ  
کئی ایسے مقامات دیکھنے میں آتے ہیں۔ کہ ان کے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا



لیکن وہاں مستقل قیام بھی نہیں ہو سکتا۔

مارتھا :- جوانی کے لاابالی ایام میں تو اس طرح کی سیروسیاحت اچھی چیز ہے۔ لیکن بڑھاپے میں جب موت کا آنا ناگزیر ہے۔ کسی لاوارث اور ناکتخابڈھے کا مرنا تو چنداں پسندیدہ نہیں۔

ابلیس :- ہاں۔ اس کے تصور سے ہی میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مارتھا :- لیکن ابھی تو وقت ہاتھ سے نہیں گیا۔ آپ کوئی بہتر فیصلہ کیوں نہیں کرتے ابلیس :- میں اس کے متعلق سوچ ہی رہا ہوں۔ (چلے جاتے ہیں)

(فاؤسٹ اور مارگریٹ پھر آتے ہیں)

مارگریٹ :- جی ہاں۔ از دیدہ دور از دل دور۔ آپ سیٹھی سیٹھی باتیں کرنا تو خوب جانتے ہیں۔ ورنہ خدا جانے آپ کے میرے ایسے کتنے دوست ہیں جو مجھ سے بچاری سے کہیں زیادہ عقل رکھتے ہونگے۔

فاؤسٹ :- جس شے کو دنیا عقل سمجھتی ہے۔ وہ اکثر اوقات جھوٹی مشینجی اور تنگ دلی ہوتی ہے۔ لیکن تم !

مارگریٹ :- تو کیا میں مان لوں کہ یہاں سے جانے کے بعد بھی آپ کبھی ایک لمحہ کیلئے ہی مجھے یاد کرینگے ؟ اور میں - آہ! میرا تو اب اکثر وقت آپ ہی کی یاد میں گزرا کرے گا۔

فاؤسٹ :- کیا تم اکثر وقت تنہائی میں گزارتی ہو !

مارگریٹ :- ہاں۔ اگرچہ ہمارا کنبہ مختصر ہے۔ لیکن پھر بھی اس کیلئے کافی دھنڈا کرنا پڑتا ہے۔ چونکہ ہمارے ہاں خادمہ نہیں۔ اسلئے کھانا پکانے۔ جھاڑو دینے۔ سینے پر دینے اور سودا سلف لانے کا سارا کام مجھے ہی کرنا پڑتا ہے۔ اور پھر ماں جان۔ وہ بہت ہی نکتہ چین واقع ہوتی ہیں۔ تاہم ان سب باتوں



کے باوجود خدا کا فضل ہے۔ کوئی تکلیف نہیں۔ اور میرے دن آرام و سکون  
میں گزر رہے ہیں۔ میرا بھائی فوج میں سپاہی ہے۔ میری ایک چھوٹی ہمشیرہ  
تھی۔ لیکن وہ خدا کو پیاری ہو چکی ہے۔ مجھے اس سے بید محبت تھی۔

فاؤسٹ:- غالباً وہ جی تمہاری طرح محصومست اور پاکیزگی کا فرشتہ ہوگی۔

مارگریٹ:- میری اماں بیمار تھیں۔ وہ اس ننھی بچی کو دودھ نہ پلا سکتی تھیں۔ اس لئے  
میں نے اس کو پانی ملا دودھ دے دے کر پالا۔ اس طرح سے وہ میری ہو گئی  
میری ہی گود میں کھینچتی۔ میرے ہی سینے پر لوٹتی۔ مسکراتی اور بڑھتی رہی۔

فاؤسٹ:- گویا وہ تمہارے لئے پاکیزہ خوشی کا سرچشمہ تھی۔

مارگریٹ:- واقعی! مگر کتنی مرتبہ اسکے سبب تشویش بھی ہوتی تھی۔ میرے پلنگ کے  
ساتھ ہی اسکا نپ کوڑا تھا۔ اگر رات کو کسی وقت ذرا بھی ہلتی۔ میں جھٹ جھاگ  
کر اسے تھپکنے لگتی۔ تاکہ رونے نہ لگے۔ کئی راتیں اسے چھاتی سے دگائے گھنٹوں  
مکرہ میں ٹھنکتی رہتی۔ حتے کہ وہ سو جاتی۔

فاؤسٹ:- تمہارا دل کس قدر نیا اور پاک ہے۔ کیا تم نے ابھی تک مجھے معاف  
کیا ہے یا نہیں۔

مارگریٹ:- معاف کیا ہے؟ آپ کو!

فاؤسٹ:- ہاں مجھے۔ کیونکہ جب میں آیا تھا۔ تو تمہاری بچی لگا ہوں نے مجھے بتا دیا تھا۔  
کہ تم ابھی تک اس واقعہ کو نہیں بھولیں۔

مارگریٹ:- کیا میری لگا ہوں نے چنکی کھائی؟ تو کیا ہوا جناب۔ یہ تھا بھی درست۔  
فاؤسٹ:- میں نے تمہارے ساتھ سخت زیادتی کی۔ کہ تمہیں گرجا کے دروازہ پر پھنسا  
دیا۔ لیکن میں معذرت تھا۔ یہ تمہارا حسن تھا۔ جس نے مجھ کو اس قدر مہیاک بنا دیا



مارگریٹ :- یہ تو میں مانتی ہوں۔ کہ پہلے تو مجھے اس خیال سے بہت رنج ہوا تھا۔ کہ شاید میری کسی حرکت نے آپ کو جرأت دلائی ہو۔

فاؤسٹ :- نہیں دراصل میں نے ہی ضرورت سے زیادہ جسارت سے کام لیا تھا۔  
 مارگریٹ :- اور خدا معلوم کیا بات ہے۔ کہ باوجود اس خواہش کے کہ آپ پر سخت غصہ کا اظہار کروں۔ میں ایک لفظ تک نہ کہہ سکی۔ کوئی چیز رہ رہ کر میرے دل کے اندر ٹھٹھکتی تھی۔ اور میری مرضی کے خلاف آپ کی حمایت کرتی تھی۔ یہاں تک کہ میں تنگ آ گئی۔ لیکن آپ سے نہیں۔ اپنے آپ سے۔  
 فاؤسٹ :- تو غم نے میری خطا معاف کر دی ہے۔

(وہ ہاتھ میں ہاتھ ڈالے اوپر چلے جاتے ہیں)

جبکہ ابلیس اور مارٹھا دوبارہ داخل ہوتے ہیں)

مارٹھا :- آہ۔ کسی ناکتخدا بڑھے کو راہِ راست پر لانا آسان کام نہیں۔ مگر مجھے آپ کو بڑھا تو نہ کہنا چاہیے۔

ابلیس :- تمہیں معلوم ہے۔ کہ زندگی کے بُرے بھلے دن تو میں کاٹ ہی رہا ہوں لیکن ضرورت یہ ہے۔ کہ کوئی تمہارے جیسی ہستی اسکو بہتر طریقہ پر کاٹنے کی مجھے تعلیم دے۔  
 مارٹھا :- لیکن یہ تو فرمایے۔ جناب۔ کیا آپ کے دل میں کبھی کسی شخص کیلئے الفت کے جذبات پیدا نہیں ہوئے ؟

ابلیس :- بات یہ ہے۔ کہ میں بڑی مشکل سے خوش ہوتا ہوں۔ میرے لئے جسم کی نسبت روح زیادہ دلکشیاں رکھتی ہے۔

سیرت کے ہم غلام ہیں صورت ہوئی تو کیا

سُرخ و سپید مٹی کی صورت ہوئی تو کیا،

مارٹھا :- یہ تو درست ہے۔ ظاہری حسن پر ہی سب کچھ موقوف نہیں ہوتا۔



ابلیس :- لیکن مجھے بھاری بھر کم جسم کی طرف کسی قدر زیادہ رغبت ہے۔

مارتھا :- تو کیا آج تک آپ کا دل کسی پر نہیں آیا؟

ابلیس :- ابھی تک تو نہیں۔ حالانکہ میں نے دنیا میں رنگ رنگ کی عورتیں دیکھی ہیں

یہاں بھی اور دوسری جگہوں پر بھی۔ اور لہتن جانو۔ نہایت دل بھانے والی

عورتیں۔ میرا ہمیشہ ایسی عورتوں کے ساتھ گہرا تعلق رہا ہے۔ اور اب تو یہ حال

ہے۔ کہ شاید میرے لئے ایک عورت کے ساتھ وفادار رہنے کا وقت ہی گزر

چکا ہو۔

(وہ اپنا بازو اس کی کمر میں ڈال دیتا ہے)

مارتھا :- اب اندھیرا ہو رہا ہے۔

ابلیس :- ہاں ہمیں یہاں سے اب چل دینا چاہیئے۔

مارتھا :- جی تو چاہتا ہے۔ کہ آپ کو اور زیادہ یہاں ٹھہرائے رکھوں۔ مگر شاید آپ

نہ جانتے ہوں۔ یہاں تہمت لگانے والوں کی کثرت ہے۔ اور اس وجہ سے یہ

جگہ نہایت بُری ہے۔

ابلیس :- جس جگہ سے میں آ رہا ہوں۔ یہ اس سے بدتر نہیں ہو سکتی۔

مارتھا :- کیا وہ جگہ یہاں سے بہت دُور ہے۔ جناب؟

ابلیس :- ہاں کافی دُور ہے۔ لیکن وہاں کا سفر کافی آرام دہ ہے۔

مارتھا :- جناب بات یہ ہے۔ کہ مجھے اس جگہ نہایت احتیاط سے رہنا پڑتا ہے۔ اگر

اس وقت مجھے کوئی آپ کے ساتھ یہاں تہہ نہ دیکھ پائے۔ تو دن نکلنے پر ایک

کی زبان پر اسی کا چرچا ہو گا۔

ابلیس :- لیکن اگر ان کو علم ہو۔ کہ میں کون ہوں۔ تو وہ ہرگز اس بات کا خیال نہ کریں گے

مارتھا :- ہاں۔ مگر یہی تو وہ جانتے ہیں۔ وہ تو آپ کو مشکوک نظروں سے دیکھتے ہیں۔



ابلیس :- کس قدر تعجب ہے ۔ مجھے تو دنیا کی دولت مل رہی ہو ۔ پھر بھی تم کو نہ چھوڑوں ۔  
 مار تھیا :- نیزاب میں زیادہ دیر آپ کے ساتھ رہنا مناسب نہیں سمجھتی ۔  
 ابلیس :- تم بالکل نہ ڈرو ۔

مار تھیا :- اور ہمارے محبت کے متوالے کدھر گئے ؟  
 ابلیس :- وہ باغ کی جانب چلے گئے ہیں ۔ دونوں ہی شریعتیں ہیں ۔  
 مار تھیا :- وہ اس پر فریفتہ نظر آتا ہے ۔  
 ابلیس :- بیشک ۔ اور وہ بھی اس پر دل و جان سے عاشق ہے ۔ آہ پیاری خاتون ۔  
 انسانوں کا یہی قاعدہ ہے ،

( ابلیس اور مار تھیا باہر چلے جاتے ہیں ۔ اور مارگریٹ  
 دروازہ کی طرف سے آتی ہے )

مارگریٹ :- اب پیشتر اس کے کہ وہ آئے ۔ ( وہ پھول توڑتی ہے ۔ اور فاؤسٹ  
 اس کے پیچھے پیچھے آتا ہے )

فاؤسٹ :- ( علیحدہ ) کیا تو پھر مجھ سے چھپکلی ؟ نہیں ۔ نہیں ۔ اب تو میں تجھے  
 چھپنے نہ دوں گا ۔

مارگریٹ :- مجھے افسوس تو ہوتا ہے ۔ کہ تمہاری محبت کو آزماؤں ۔ لیکن خیر میں  
 آزماؤنگی ۔ ضرور ۔

( وہ پھول کی پتیاں توڑنے لگتی ہے )

وہ مجھ سے محبت کرتا ہے ۔ مجھ سے محبت نہیں کرتا ۔

فاؤسٹ :- کس سوچ میں ہو ؟ کیا غروبِ آفتاب سے پہلے پہلے گلہ نہ بتانے کا خیال ہے ؟

مارگریٹ :- نہیں ۔ میں تو بچوں کا ایک مرغوب کھیل کھیل رہی ہوں ۔

فاؤسٹ :- مجھے بھی یہ کھیل سکھا دو ۔



مارگریٹ :- نہیں تم میری منہسی اڑاؤ گے۔ (وہ پرے ہٹ جاتی ہے)  
 کیا وہ مجھ سے محبت نہیں کرتا ہے؟ وہ مجھ سے محبت کرتا ہے!  
 فاؤسٹ :- معصوم فرشتے۔ اس سوال کا جواب لینے کیلئے یہ ضروری نہیں کہ  
 تو پھول کا خون کر دے۔

مارگریٹ :- نہیں۔ مگر وہ ذرا سارہ گیا۔ وہ مجھ سے محبت نہیں کرتا! اور اب  
 آخری مرتبہ۔ وہ مجھ سے محبت کرتا ہے!

(وہ آخری پتی کو زمین پر گرا دیتی ہے جبکہ فاؤسٹ  
 اس کو آغوش میں لے لیتا ہے)

فاؤسٹ :- ہاں وہ تجھ سے محبت کرتا ہے!

(وہ اس کے سینے پر سر رکھ دیتی ہے۔ اور وہ

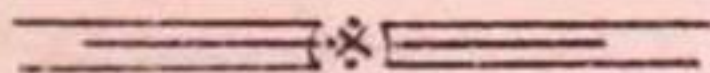
اس کے بوسے میں رہتا ہے)

اس وقت میں شہنشاہ عالم ہوں۔ کیونکہ تو مجھے مل گئی ہے۔ بس۔ اب اور کوئی  
 شے نہیں جس کے حصول کی مجھے خواہش ہو۔

(ابلیس اس کے آخری فقرہ کے دوران میں

باغ کے دروازہ سے جھانک رہا ہے)

ابلیس :- شہنشاہ عالم صاحب! اب تو یہاں سے چلنے کا وقت ہے!





## منظر پنجم

منظر :- وقفہ - جس کے دوران میں باجہ کھرج کی پرستشوں  
میں بجاتا ہے۔ جو بتدریج مدہم ہوتے ہوتے پنجم کی سریلی ٹرل  
میں بدل جاتی ہے۔ اور خاتمہ پر ایسٹر کے گھنٹوں کی اسی سریلی  
آواز کی یاد دلاتی ہے جس نے فاؤسٹ کو خودکشی سے باز رکھا  
تھا۔ پردہ اٹھتا ہے۔ اور سامنے ایک ویرانہ نظر آتا ہے جس  
میں بڑے بڑے پیپر بکھرے ہوئے اور کالے کالے درخت  
ایستادہ ہیں۔ اور شام کی اداسی چھا رہی ہے۔  
(فاؤسٹ منہ کے پل خاک پر لیٹا ہوا ہے۔ اب وہ  
آہستہ آہستہ اٹھنے کی کوشش کرتا ہے)

فاؤسٹ :- رُوح مقدس۔ میں نے جو کچھ مانگا۔ وہ تو نے مجھے عطا فرمایا۔ یہاں  
میں مادرِ قدرت کی آغوش میں آیا ہوں۔ کہ میرے اضطراب و بیتابی کو  
تسکین ملے۔ اور اس کھلی آب و ہوا اور جنگل کی خاموش فضا میں اپنے دل  
کی بھینسیوں کو دور کروں۔ وہ چیز جو درختوں اور جھاڑیوں کو حرکت میں لاتی  
ہے۔ وہ چیز جو ہوا کو مصروف پرواز کرتی ہے۔ وہ چیز جو تالاب کے نیلگوں  
پانی میں تلاطم پیدا کرتی ہے۔ ان سب سے میں بخوبی واقف ہو چکا ہوں۔



تو نے مجھ کو اپنی نسبت سرد اور خشک علم نہیں دیا ہے۔ بلکہ تو نے مجھے اپنا خوبصورت چہرہ آگ کی تابناکیوں میں دکھایا ہے۔ مگر افسوس۔ انسان کی کامیابی کے دامن میں نقائص کے کانٹے اُبھھرتے ہیں۔ چنانچہ باوجود اتنی مہربانیوں کے تو نے مجھ کو ایک ایسا رفیق دے رکھا ہے۔ جو ایک ہی زہر خند کے ساتھ تیری نوازشوں کے اثر کو ملیا میٹ کر دیتا ہے۔ اور ہر وقت میرے دل کے اندر ایک خوبصورت اور دلربا ہستی کے شوق کی نہ بجھنے والی آگ بھڑکاتا رہتا ہے۔ میں اس ہستی سے دور بھاگتا ہوں۔ لیکن پھر اسی کی طرف لوٹتا ہوں۔  
(ابلیس داخل ہوتا ہے)

ابلیس :- کیا کافی وقت نہیں گزر چکا۔ جنگل کی فضا میں نفوڑی دیر بٹھہرنا ہی اچھا ہوتا ہے۔ یہاں ہمیشہ کا قیام مناسب نہیں۔  
فاؤسٹ :- جا کچھ اور کام کر۔ مجھے تنگ کرنے کیلئے آ جاتا ہے۔  
ابلیس :- مگر تم یہاں کیا بنا رہے ہو؟ محض آلو کی طرح بیٹھے ہو۔ یا گھاس والی مذہب زمین سے مینڈک کی مانند خوراک حاصل کر رہے ہو!  
فاؤسٹ :- مجھے جنگل میں راحت ملتی ہے۔

ابلیس :- جنگل کی راحت کے مزے لے چکے۔ اب اٹھو۔ وہاں جو بچاری حمال نصیب تنہا بیٹھی ہے۔ ذرا اس کی بھی خبر لو۔ اس کے خیال کی دنیا اور اس کی آرزوؤں کا شہر صرف تمہاری یاد سے آباد ہے۔ اس کیلئے جدائی کی گھڑیاں اتنی طویل ہوتی ہیں۔ کہ کانٹے نہیں کٹتے۔ وہ بار بار کھڑکی کی جانب آتی ہے۔ مگر صرف بادلوں کو فاصل شہر سے پرے جاتے ہوئے دیکھ کر مایوس لوٹ جاتی ہے۔ اب ذرا خوش ہے۔ لیکن زیادہ تر غمزدہ رہتی ہے۔ غمزدہ سی غمزدہ آف! تمہارے لئے دیوانہ عقل و ہوش سے بیگانہ۔



فاؤسٹ :- زہریلے سانپ چُپ ہو جا۔  
 ابلیس :- کیوں۔ کیا میں تم کو دام میں پھنسا رہا ہوں ؟  
 فاؤسٹ :- بس اسکے سیمیں سینہ کی خواہش دوبارہ میرے دل کے اندر نہ اُجھڑے۔  
 آہ اسکے لبِ لعین کی یاد میرے دل کی دنیا میں کیا کیا حشر بپا کرتی ہے۔  
 ابلیس :- تو کیا اس کے ہاں صلیں ؟  
 فاؤسٹ :- نہیں نہیں۔ میں اب اسکے آرام و سکون میں کبھی خلل نہ ڈالوں گا۔ اب  
 اسکا خیال چھوڑ دوں گا۔ تاکہ وہ اپنی ساقبۂ سادہ زندگی کو نئے سرے سے  
 اختیار کرے۔ اور گھر کے اندر خانہ داری کے پرسکون مشاغل میں رُک جائے۔  
 ابلیس :- بیوقوف۔ اب وہ ساقبۂ آرام و سکون کبھی حاصل نہ کر سکیگی۔ اب وہ  
 خانہ داری کے سادہ مشاغل کی جانب جوع کر ہی نہیں سکتی۔  
 فاؤسٹ :- کر ہی نہیں سکتی ؟  
 ابلیس :- ہاں۔ کیونکہ وہ تجھ سے مل چکی ہے۔  
 فاؤسٹ :- تو کیا میں اسقدر خبیث اور پلید ہوں۔ کہ مجھے دیکھنے سے ہی اسکے  
 اطمینان و سکون کا خاتمہ ہو گیا۔  
 ابلیس :- حقیقت یہ ہے۔ کہ تم ہی اسکا آرام و سکون ہو۔ اسکے پاس جاؤ۔ تمہارا  
 سینہ پر لیٹے بغیر اسے نہ کبھی سکون نصیب ہو گا نہ آرام و اطمینان۔  
 فاؤسٹ :- نہ ہو۔ لیکن میں اب کبھی اس کے پاس نہ جاؤں گا۔ اگر میں اسکی  
 زندگی کے پرسکون دنوں میں خلل ڈال چکا ہوں۔ تو اب اس سے زیادہ  
 اس کو نہ ستاؤں گا۔ اگر میں اس کی پاکیزہ روح کو تکلیف اور دکھ میں مبتلا  
 کر چکا ہوں۔ تو اب اس سے زیادہ اس کو تکلیف نہ دوں گا۔ بس اب میں  
 اسے چھوڑتا ہوں۔



ابلیس :- اب اس کو چھوڑتے ہو؟ کیا یہ مناسب ہے۔ خود اس غریب پر مصیبت لاؤ۔  
اور پھر اس مصیبت کو دور کرنے سے انکار کرو! نہیں۔ ایسا نہ کرو۔  
جاؤ۔ اس کے پاس جاؤ۔

فائوسٹ :- تو اب تم مجھ سے کیا کرنا چاہتے ہو؟

ابلیس :- یہی کہ جس کام کا آغاز کیا ہے۔ اسے انجام تک پہنچاؤ۔

فائوسٹ :- جاؤ۔ بد معاش۔ ہٹ جاؤ۔ میں اب تمہیں کرچکا ہوں۔ کہ نہ تو اس  
کے جسم کو اپنے مس سے ناپاک کروں گا۔ اور نہ اس کی رُوح کو آلودہ۔

ابلیس :- اس کی رُوح کو تم اغوا کر کے آلودہ کر چکے ہو۔ اب راہ میں کیوں ٹھہر

گئے؟ یاد رکھو۔ وہ اپنے خیالات میں اب دو شیرہ نہیں ہے۔ تم نے اس کے

ہر آوارہ خیال کو مصیبت کی آلودگی سے ملوث کر دیا ہے۔ کیا سمجھتے ہو۔

کہ آجکل اس کی راتیں آرام و راحت سے بسر ہوتی ہوں گی، حالانکہ اُس کا

یہ حال ہے۔ کہ رات کی تاریکی میں بھی اسے ہر لمحہ تمہاری صورت دکھائی

دیتی ہے۔ اور تمہاری خیالی تصویر کے گلے میں بتیاب ہو کر وہ اپنی پریشانی

باہیں ڈال دیتی ہے۔ اب بتاؤ۔ کہ تم دونوں کے جسمانی اختلاط میں بھلا کوئی

کسر رہ گئی؟ خوب سمجھ لو۔ کہ اب اس کے تخیل کا غنچہ پھول کی طرح شگفتہ

ہو چکا ہے۔ اور فائوسٹ تم نے اس کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے خراب کر دیا ہے۔

فائوسٹ :- آہ نہیں! آہ نہیں!

ابلیس :- لیکن اس کی تلافی بھی ہو سکتی ہے۔ اور وہ صرف اس طرح کہ جو آگ

تم اس کے سینہ میں بھڑکا چکے ہو۔ اسے ٹھنڈا کرو۔ جو آرزو اس کے

دل میں پیدا کر چکے ہو۔ اسے پورا کرو۔ اور وہ بھی آج رات!

فائوسٹ :- آج رات!



ابلیس :- ہاں جناب۔ لقمہ چاند صبحِ محبت کی آمد کی خبر دیتا ہے۔ تاہم ذرا ہوشیار رہنا۔ اس کی والدہ کی نیند گہری نہیں ہوتی۔ ذرا سی آہٹ ہو۔ تو اس کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ مگر کوئی بات نہیں۔ یہ لیں اسکا علاج۔ یہ چیز اس کو خوابِ نرگوش میں سدا دیگی۔

فاؤسٹ :- (شیشی لیکر) یہ کیا ہے؟

ابلیس :- ایک شیریں مرکب جو اپنے فوری اثر سے شام کو صبح کیساتھ وابستہ کر دیگا۔  
فاؤسٹ :- زہر تو نہیں؟

ابلیس :- نیند زہر نہیں ہو سکتی۔ خواہ وہ ہمیشہ کیلئے ہو۔

فاؤسٹ :- تب آؤ۔ دونو اکٹھے تباہی کے گڑھے میں گریں۔ اور ایک ہی لعنت ہم دونوں پر وارد ہو۔

ابلیس :- اب اس کے سینہ میں پھر جہنم کا تراطم بپا ہے۔ چلو جلدی اس کے کمرہ میں پہنچو۔ اور صبح کے طلوع ہونے سے پہلے وہاں سے مت نکلو۔





# منظرِ ششم

سین :- مارگریٹ کا باغ  
مارگریٹ دروازہ میں بیٹھی چرخہ کات رہی ہے۔

مارگریٹ :-

اسیرِ نچہ عہدِ شباب کر کے مجھے کدھر گیا۔ میرا چہن خراب کر کے مجھے  
کسی کے دردِ محبت نے عمر بھر کیلئے خدا سے مانگ لیا۔ انتخاب کر کے مجھے  
میرا چہن جاتا رہا۔ اطمینانِ رخصت ہو گیا۔ اور اس مجروح دل کے  
ہوتے ممکن نہیں کہ پھر کبھی نصیب ہو۔  
اگر وہ میرے پاس نہ ہو۔ تو دنیا قبر کی مانند تاریک اور دیرانِ نظر  
آتی ہے۔ زندگی کی بہاریں سمندر کی موجوں کی طرح تلخ اور خونخوار معلوم  
ہوتی ہیں۔

آہ۔ میرا کمزور دماغ چکرار رہا ہے۔ عقل و ہوش سے عاری ہو گیا ہے۔  
میرا دل اور میرے حواس بے قابو ہو گئے ہیں۔  
میرا چہن جاتا رہا۔ اطمینانِ رخصت ہو گیا۔ اور اس مجروح دل کے  
ہوتے ممکن نہیں۔ کہ پھر کبھی نصیب ہو۔  
اگر میں کھڑکی کے پاس کھڑی ہوتی ہوں۔ تو صرف اُس کو خوش آمدید کہنے



کیلئے۔ اگر گھر سے باہر نکلتی ہوں۔ تو صرف اس سے ملنے کی خاطر۔  
 آہ۔ اس کی دل بھائی والی مسکراہٹ، اور اس کی آنکھوں کی بے پناہ کشش!  
 اس کے سڈول بدن کی خوبصورتی!

آہ اس کی گفتار میں کیسی دلکشی اور اس کے مس میں کس قدر لذت ہے!  
 اُف اسکے گرمجوش بوسوں کی بخود بنادینے والی کیفیت!

میرے سینہ میں اس سے ملنے کیلئے درد سا ہو رہا ہے۔

کیا میں کبھی اس کو پاس کونگی؟

کیا میں کبھی اس کے ہونٹوں کو چوم چوم کر اپنے منہ کو آتشیں بنا سکونگی اور  
 پھر اس کو اسی کے حوالے کر سکونگی۔ تاکہ وہ اپنے پرکیف بوسوں سے اسکی حرارت  
 کو ٹھنڈا کر دے۔

(فاؤسٹ داخل ہوتا ہے)

آہ۔ محبوب۔ تو نے کتنی دیر لگا دی۔ مجھے تو اندیشہ ہونے لگا تھا۔۔۔۔۔

مجھے کیا معلوم کہ تیرا چھن جانا میرے لئے کیا معنی رکھتا ہے۔

فاؤسٹ:- (بوسہ لے کر) مارگریٹ۔ تجھ سے مل کر مجھے پھر ایک مرتبہ خوشی نصیب

ہوئی ہے۔ میں اپنے خدا کے ساتھ لو لگانے کی غرض سے جنگل کو بھاگ گیا تھا۔

میں دیو قامت درختوں، بہتے ہوئے پانیوں، آزاد ہواؤں، وحشی درندوں

اور صحرائی پرندوں کے درمیان تن تنہا رہا۔ مگر مجھے کچھ حاصل نہ ہوا۔ آہ!

صحرا کی دسوت میں تو ہی تو تھی۔ تنہائیاں بیکایک تجھ سے معمور ہو جاتی

تھیں۔ خاموشیاں میرے کان میں تیرے ہی متعلق سرگوشیاں کرتی

تھیں۔ تجھ سے دور بھاگنے کی جستدر میں کوشش کرتا۔ اس سے دگنی تیزی

کیساتھ تجھے اپنے قریب پاتا۔



مارگریٹ :- اور جانتے ہو۔ میرا کیا حال تھا۔ اس کھڑکی میں سارا سارا دن کھڑی رہتی۔ صرف تمہارے قدموں کی آہٹ سننے کیلئے۔ کبھی گیت گانے لگتی۔ کبھی چپ ہو جاتی۔ کوئی کام شروع کرتی۔ اسے ادھورا ہی چھوڑ دیتی۔ کبھی تمہارے خیال میں مرت و بخود ہو جاتی۔ اور کبھی تمہارے فراق میں غمزدہ اور اداس آہ۔ محبوب۔ اب مجھے چھوڑ کے کبھی نہ جانا۔

فاؤسٹ :- نہیں۔ کبھی نہیں۔

مارگریٹ :- آہ۔ کیسی مبارک گھڑی ہے۔ مسرتیں اور شادمانیاں مجھ پر اس طرح برس رہی ہیں۔ جیسے سنگتہ پھول پر موسلا دھار بارش کے قطرے۔ مگر ایک بات ہے۔ جو اس وقت بھی میرے دل میں خلش پیدا کر رہی ہے۔

فاؤسٹ :- وہ کونسی بات ہے؟

مارگریٹ :- محبوب۔ کیا تو ایمان رکھتا ہے؟

فاؤسٹ :- ایمان! کس پر؟

مارگریٹ :- خدا تعالیٰ پر!

فاؤسٹ :- جان من۔ کوئی ہے۔ جو اپنی نسبت دعوئے سے کہہ سکے۔ کہ میں خدا پر ایمان رکھتا ہوں۔

مارگریٹ :- اوہ۔ لیکن پھر بھی ہمسارا فرض ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان رکھیں

فاؤسٹ :- میں حی و قائم خدا کی ہستی کو محسوس کرتا ہوں۔ تاروں کی روشنی

میں لرزتے ہوئے سمندر کی لہروں میں ابھرتے ہوئے۔ اور تیز و تند ہواؤں

میں اپنے پاس سے اڑتے ہوئے اسے دیکھتا ہوں۔ میں شام کی گنگوں شفق

کے ساتھ اس کو دبے پاؤں اپنے قریب آنا ہوا محسوس کرتا ہوں۔ بادل کی

گرج سے وہ میری روح کو لرزادیتا ہے۔ آہ۔ میں تو اسے سب جگہ اور سب



چیزوں میں محسوس کرتا ہوں۔ مگر میرے پاس اس کیلئے کوئی ایک نام نہیں  
راحت، محبت، خدا۔ جو چاہو کہہ لو۔ نام تو محض ایک حجاب ہے۔ جو عرش  
کے پرسکون نور کو مستور کر دیتا ہے۔

مارگریٹ :- میرے محبوب۔ مجھے تمہارے رفیق کو دیکھ کر بھی دلی کو ذلت ہوتی ہے۔  
فاؤسٹ :- یہ کیوں؟

مارگریٹ :- وہ سایہ کی طرح ہر وقت تمہارے ساتھ لگا رہتا ہے۔ اسکی صورت  
دیکھتے ہی میری روح خوف و دہشت سے کانپ اٹھتی ہے۔ اور اُس کی  
آواز سے میرا دل دھڑکنے لگتا ہے۔

فاؤسٹ :- مگر کیوں؟

مارگریٹ :- یہ میں نہیں جانتی۔ مگر ماں لو۔ کہ وہ اچھا آدمی نہیں ہے۔ اے خدا  
اگر میں کسی کی برائی کروں۔ تو مجھے معاف فرما۔ لیکن میرا دل گواہی دیتا  
ہے۔ کہ وہ شخص اچھا نہیں ہے۔ اس وقت میں کس قدر مسرور و شادماں  
ہوں۔ کس قدر آزادی اور بفکری سے تمہارے گرم بازو پر آرام کر رہی ہوں  
لیکن اگر اس کا منحوس چہرہ باغ کی دیوار پر سے نظر آ جائے۔ تو میں بکلیخت  
بے حس اور سرد ہو جاتی ہوں۔ نہ تم سے محبت اور پیار کر سکتی ہوں۔ نہ خدا کی بارگاہ  
میں دعا مانگ سکتی ہوں۔ لیکن اب مجھے جانا چاہیے۔

فاؤسٹ :- آہ۔ کیا وہ سکول بخش ساعت ہمیں کبھی نصیب نہ ہوگی۔ جب ہم اور  
میں دل کیساتھ دل کو اور روح کیساتھ روح کو پیوست کر کے ایک دوسرے  
سے ہم آغوش ہو سکیں گے۔ جب عیش و نشاط کی ندی میں تیزی سے بہتے  
ہوئے ہم مسرت و شادمانی کے سمندر میں پہنچیں گے؟

مارگریٹ :- اب میں تمہاری ہوں۔ بس تمہاری۔ سر سے لیکر پاؤں تک تمہاری۔



ہر خیالی اور امید میں تمہاری، اندر آتے ہوئے اور باہر جاتے ہوئے تمہاری،  
رات کی تاریکی اور دن کے اُجالے میں تمہاری، سورج کی روشنی اور چاند کی  
چاندنی میں تمہاری، بس اب میں تمہاری ہو چکی۔ اور اس طرح کہ تمہاری ہر  
خواہش و آرزو کے سامنے سر تسلیم خم کرنا میرے لئے مسرت و شادمانی کا جوب  
ہو گا۔ میں دل و جان سے تمہاری ہوں۔ محبوب۔ جو بھی تمہاری خواہش ہو  
مجھے اس کے پورا کرنے سے انکار نہیں۔

فاؤسٹ:۔ کاش آج رات مارگریٹ۔ میں تمہاری محبت کی آگ میں جل رہا ہوں۔  
مارگریٹ:۔ اور میں تمہارے شوق میں بھن رہی ہوں۔  
فاؤسٹ:۔ پھر آج رات!

مارگریٹ:۔ اچھا اگر آج رات میں کیلی سوتی۔ تو تمہارے لئے دروازہ کھلا رکھوں گی  
لیکن امی کچھ دنوں سے ہلکی نیند سوتی ہے۔ اگر وہ تمہیں میرے کمرہ میں دیکھ  
پائے۔ تو پھر میرے لئے ڈوب مرنے کا مقام ہو گا۔

فاؤسٹ:۔ میرے معصوم فرشتے۔ کوئی فکر نہ کرو۔ یہ پوشیدہ رہے گی۔ اپنی امی کے پیالہ  
میں اس عرق کے تین قطرے ڈال دینا۔ بس پھر وہ رات بھر گہری نیند سوتی رہے گی۔  
مارگریٹ:۔ کیا یہ اُسے کوئی نقصان تو نہ پہنچائے گی؟

فاؤسٹ:۔ کیا سمجھتی ہو۔ کہ اگر نقصان کا اندیشہ ہوتا۔ تو یہ چیز میں تمہیں دیتا؟  
مارگریٹ:۔ آہ۔ محبوب صبح

سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

میں تمہاری کسی بات کی تعمیل سے انکار نہیں کر سکتی۔ جو کہو بجا لانے کو تیار  
ہوں۔ جب وہ گہری نیند سو جائے گی۔ تو میں وہ کھڑکی کھول دوں گی۔ تم آہٹ  
کا خیال رکھنا۔ پھر میں دروازہ کھول دوں گی۔ آہ۔ آج رات ہوا پھولوں کی خوشبو



سے لدی ہوئی ہے۔ بس اسکا بوسہ لو۔ اور مجھے جانے دو۔

(وہ گریختی سے اسکا بوسہ لیتا ہے)

فاؤسٹ :- تم سے ایک لمحہ کیلئے جدا ہونا بھی دشوار ہے۔

مارگریٹ :- بس تھوڑی دیر صبر سے کام لو۔

(وہ اندر چلی جاتی ہے۔ فاؤسٹ منتظر کھڑا

ہے۔ باغ کا پھانکار کھلتا ہے۔ اور ابلیس

نمودار ہوتا ہے)

فاؤسٹ :- کون ہے ؟

ابلیس :- ایک خواجہ تاش،

فاؤسٹ :- ایک بد معاش۔

ابلیس :- ہاں یہ بھی اور وہ بھی۔

فاؤسٹ :- نجیدت۔ دفع ہو جا۔

ابلیس :- ہاں اب میرے ٹھہرنے کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ میرا کام ختم ہو چکا ہے۔

(مارگریٹ کا ہاتھ کھڑکی کھولتے ہوئے نظر آتا ہے اور فاؤسٹ

ابلیس کو ایک غضبناک اشارہ کرتا ہے۔ سنبھل کے! بس اب آگے

تمہارا کام ہے! فاؤسٹ ٹھہرتا ہے۔ اسکی آنکھیں جھونپٹری کی

جانب مڑتی ہیں جسکا دروازہ کھلتا ہے۔ فاؤسٹ بے اختیار اسکی

جانب کھینچا چلا جاتا ہے وہ جب داخل ہوتا ہے تو مڑ کر پیچھے دیکھتا ہے)

فاؤسٹ :- اور تمہارا بھی!

ابلیس :- (جب فاؤسٹ کے بعد دروازہ بند ہو چکتا ہے) ہاں۔ تمہارا اور میرا

دونوں کا ہی ہے



# ایکٹ سوم

سین :- کلیسا کے باہر۔ دائیں ہاتھ پر مار تھا کا گھر ہے۔  
 شیج کے نیچے بائیں ہاتھ ایک فوارہ ہے۔ شام کی نماز  
 کا وقت قریب ہے۔ اور چند لڑکیاں فوارہ کے قریب  
 پانی بھرنے اور باتیں کرنے میں مصروف ہیں۔  
 ایسا دائیں جانب سے گلی میں داخل ہوتی ہے۔

ایلیسا :- کوئی تازہ خبر؟  
 لین :- بوڑھی کیتھرین کی بلی مر گئی ہے۔  
 لزبتھ :- یہ تو ہم نے بھی سن لیا تھا۔  
 پہلی لڑکی :- ہاں۔ یہ تو تازہ خبر نہیں۔ البتہ آج صبح دوپہر ساک کا جوتا گناٹھ رہا  
 تھا۔ کہ اسکا انگوٹھا بڑی طرح سے کٹ گیا۔  
 دوسری لڑکی :- یہ واقعہ تو میری آنکھوں کے سامنے ہوا۔  
 لزبتھ :- بس۔ اور کوئی تازہ خبر نہیں؟  
 ایلیسا :- کیوں نہیں! چوک میں لوگوں کا بہت ہجوم ہے۔ جو کہہ رہے ہیں۔ کہ جنگ ختم  
 ہو گئی۔ اور آج فوج شہر میں واپس آجائیگی۔



لائبرا: یہ البتہ تازہ خبر ہے۔ تب تو وینٹائن بھی فوج کے ہمراہ آئیگا۔  
 ایلینا:۔ فوج کے ہمراہ کیا معنی! وہ ان کا افسر ہو کر آ رہا ہے۔ اس نے اسقدر  
 ناموری حاصل کی ہے۔ کہ اب وہ اپنے دستے کا کپتان بن کر لوٹ رہا ہے۔  
 لین:۔ خدا معلوم بچاری مارگریٹ نے بھی یہ خبر سنی ہے کہ نہیں۔  
 لائبرا:۔ اُمید تو نہیں۔ تین ماہ ہوئے۔ جب سے بچاری کی ماں کا انتقال ہوا۔  
 وہ گھر سے نکلنے کا نام ہی نہیں لیتی۔

لین:۔ ہاں رات دن اس کے مکان کی کھڑکیاں بند رہتی ہیں۔ اور وہ تنہا  
 اندر بیٹھی رہتی ہے۔

لائبرا:۔ کل بہت رات گئے۔ جب میں بوڑھی انا کی تیمارداری کر کے جلدی جلدی  
 واپس آ رہی تھی۔ میں نے اسے یہاں اپنا گھڑا بھرتے دیکھا تھا۔ حالانکہ اسوقت  
 چاند غروب ہو چکا تھا۔ اور سارا شہر گہری نیند سو رہا تھا۔  
 لین:۔ میں اُسکے ہاں جاؤنگی۔ بھائی کی آمد کی خبر سے اُس کو خوشی ہوگی۔  
 لائبرا:۔ چپ! وہ آ رہی ہے۔

(مارگریٹ داخل ہوتی ہے۔ اور تھک کر

دیوار کیساتھ بیٹھ جاتی ہے)

پیاری مارگریٹ: کیا تم نے سنا ہے۔ کہ جنگ ختم ہو گئی؟

مارگریٹ:۔ میں اس طرف آ رہی تھی۔ کہ لوگ پکار پکار کر ہماری گلی میں اس کا اعلان  
 کر رہے تھے۔

لین:۔ اور وینٹائن کپتان بن کر واپس آ رہا ہے۔ کیا یہ بات تمہارے لئے خوشی  
 کا باعث نہ ہوگی؟

مارگریٹ:۔ کیوں نہیں، بھائی کے بخیریت واپس آنے کی خوشی مجھے کیوں نہ ہوگی؟



لائسٹرا :- ہر لڑکی ایسی خوش نصیب کہاں کہ اسکا دبیشائین سا شاندار بھائی ہو۔  
 لڑ بچہ :- ہاں بعض ہیں۔ جو اسقدر خوش نصیب ہیں۔ کہ انکا کوئی بھی بھائی نہیں۔  
 لائسٹرا :- ہاں یہ بالکل درست ہے۔

لڑ بچہ :- باربرا گولو۔ اگر اسکا بھائی ہوتا۔ اور وہ بھی آج شام آ رہا ہوتا۔ تو اس کو  
 ہرگز کوئی خوشی نہ ہوتی۔

لین :- اور نہ ہی اس شخص کو خوشی ہوتی۔ جس نے اس کا یہ حال کیا۔  
 لڑ بچہ :- قصور سراسر باربرا کا تھا۔ اس آدمی کا نہیں۔ بھلا آدمی کا کیا قصور۔ اس  
 نے تو ایک آوارہ مزاج عورت کی پیشکش کو قبول کر لیا۔  
 مارگریٹ :- (لین سے لپٹ کر) یہ بات کیا ہے؟  
 لڑ بچہ :- کیا تجھے خبر نہیں؟

مارگریٹ :- نہیں۔ میں گزشتہ تین ماہ سے اکثر گھر پر ہی رہتی ہوں۔ کبھی کوئی  
 خبر نہیں سنی۔ ہاں صرف گھڑیال کی صدا ساعت بساعت کانوں میں آتی رہتی ہے  
 لڑ بچہ :- اوہ۔ یہ تو بڑی دلچسپ کہانی ہے۔ لیکن اب تو وہ کتے کا پھل یا چکی ہے۔  
 اور اسے خوب سبق ملا ہے۔ اس کے سوا اور اسے امید ہی کیا ہو سکتی تھی؟  
 روز و شب اس کے گلے کا ہار اور اس سے مصروف ہوس کنار رہتی تھی۔  
 اب اسے پتہ لگ گیا۔ کہ اس قدر ہوس کنار کا آخر نتیجہ کیا نکلتا ہے۔  
 مارگریٹ :- آہ۔ سچا ری بد نصیب! لیکن کیا واقعی ایسا ہوا ہے؟  
 لائسٹرا :- یقیناً۔

لڑ بچہ :- شہر بھر سے پوچھ لو۔ ہر زبان اسی کی بے حیائی کی داستان دہرا رہی ہے۔  
 اس پر تمہیں رحم کیوں آتا ہے؟ جس وقت نیک اور حیا دار لڑکیاں اپنے گھروں  
 میں بیٹھی سینے پر ونے یا چرخہ کاتنے میں مصروف ہوتی تھیں۔ وہ چپ چاپ



راتوں کو اپنے آشنا سے ملنے کیلئے کھسک جاتی۔ اور اس آشنا سے جو اب اسے بدنامی و رسوائی کی دلدل میں چھوڑ کر چلا گیا ہے۔ تاکہ وہ اکیلی اپنے گئے کی سزا بھگتے۔

مارگریٹ:- نہیں۔ یقیناً وہ اسے اپنی بیوی بنا لیگا۔  
 لڑ بھڑ:- اب وہ تو نہیں بناتا۔ اور اس میں حیرانی کی بات ہی کیا ہے؟ یہاں اور بہت سی لڑکیاں ہیں۔ جو مس باربر کی طرح مغرور اس انتظار میں بیٹھی ہیں۔ کہ شاید وہی آدمی ان کا بوسہ لینے پر تیار ہو جائیگا۔ اور اپنی آوارہ گردیوں میں کہیں ان سے دوچار ہو جائیگا۔

مارگریٹ:- کیا وہ چلا گیا ہے؟ اوہ۔ یہ تو سراسر نا واجب ہے۔  
 لڑ بھڑ:- کیوں۔ کیا یہ سمجھتی ہو کہ وہ ایسی لڑکی کو بیاہیگا جس نے نسبت کی انگوٹھی لینے کا بھی انتظار نہ کیا، نہیں۔ وہ ایسا نہ کریگا۔ چلو۔ لڑکیو! اب دیر ہو رہی ہے۔ میں اب تمہاری بھانت بھانت کی بولیوں کیلئے باتیں نہیں سنا سکتی۔ پہلی لڑکی:- نہیں میں بھی نہیں۔

(وہ اپنے اپنے گھڑے اٹھا کر مختلف سمتوں کو روانہ ہو جاتی ہیں۔ مارگریٹ روتی ہوئی پیچھے کھڑی رہتی ہے۔ لائزا جو جانے کو تھی۔ واپس اُسکے پاس آ جاتی ہے)

مارگریٹ: موجد نصیب باربر!

لائزا:- پیاری مارگریٹ۔ رنج مت کرو۔ تمہارا پاک دل اس قدر معصوم ہے۔ کہ تم اس گناہ کا اندازہ ہی نہیں کر سکتیں۔ جو اس سے مرزد ہوا ہے۔ تم تو اس کیلئے رو رہی ہو۔ مگر دوسرے لوگ اس پر لعنتیں بھیج رہے اور نفرین کرتے ہیں۔



مار گریٹ :- اوہ - مجھے تنہا چھوڑ دو - جاؤ -  
 لائیزا :- اچھا ٹھہرو - میں تمہارا گھڑا چھوڑ آتی ہوں -

(لائیزا باہر جاتی ہے)

مار گریٹ :- ایک زمانہ تھا - جب میں بھی بار بار جیسے ہر گناہگار کو نفرت و حقارت سے دیکھتی تھی - اپنے متعلق مجھے پورا یقین تھا کہ میرا دامن کبھی اس گناہ کی آلائش سے آلودہ نہ ہو گا - جسکی پوری ندمت کیلئے مجھے لفظ نہ ملتے تھے - مگر آہ! آج میں اسی گناہ کی مرتکب ہو چکی ہوں -

بلکہ اب معصیت کا مجسمہ اور گناہ کی جیتی جاگتی تصویر ہوں -  
 اور وہ - وہ جس نے مجھے اس سستی میں گرایا - میرے اللہ - اس وقت وہ  
 کس قدر سچا - شریف اور با وفا معلوم ہوتا تھا -

(وہ مریم کی تصویر کے سامنے دوزلو ہو جاتی ہے)

اے دکھیوں اور درد مندوں کی ماں - تو ہی میرے اس دکھ کو دور کر  
 سکتی ہے - تو ہی نہ ختم ہونے والے درد کا جو مجھے نیچے ہی نیچے کھینچے لئے  
 جاتا ہے - مداوا کر سکتی ہے - وہ دعا جس کو میں ہونٹوں تک لانے سے ڈرتی  
 ہوں - تو بخوبی سن سکتی ہے - اور کیا میرے ان بے اثر آنسوؤں کو جو کئی  
 راتوں سے تیرے مقدس پاؤں کو دھو رہے ہیں - تو نے ابھی تک نہیں دیکھا؟  
 میں بے یار و مددگار ہوں - میرا سہارا فقط تو ہے - میں مایوس و غمزدہ ہوں  
 میری امید تو ہے - تو بھی دوشیزہ تھی - مجھ پر رحم کھا - میرے ٹوٹے ہوئے  
 خون آلودہ دل کو اپنے مقدس ہاتھوں میں لے - اور میری تباہ و برباد رُوح  
 کو موت کے آخری داغ سے بچا -

وقفہ ہوتا ہے - کلیسا کے دیپچوں میں سے موم بتی کی



اروٹنی دکھائی دیتی ہے۔ اور باجہ کی آواز سنائی دیتی ہے۔ چند آدمی بائیں جانب سے دیوڑھی میں داخل ہوتے ہیں۔ انکے پیچھے پیچھے لائٹرا آتی ہے۔

لائٹرا :- پیاری مارگریٹ۔ تو بھئی ہوئی ہے آؤ چلیں۔

مارگریٹ :- ہاں چلو۔ اندر چلیں۔ ذرا مجھے بازو کا سہارا دو۔ میری خواہش ہے کہ کہ اگر ہو سکے۔ تو آج رات میں تمہارے ساتھ قتل کر دغا مانگوں۔

جب لائٹرا اس کو سہارا دیئے کلیسا کے اندر لے جاتی ہے۔ فاؤسٹ اور ابلیس دائیں جانب کی تاریک گلی سے نیچے آتے ہیں۔ ابلیس کلیسا کے ٹکڑے سے جھانکتا ہے اور مارگریٹ کو دیکھتا ہے۔

فاؤسٹ :- کلیسا کے اندر کون گیا ہے ؟

ابلیس :- کوئی ٹیڑھی کبڑی بڑھیا گئی ہے۔ تمہارے مطلب کی کوئی بانکی تر چھی نازنین نہیں۔

فاؤسٹ :- میں سمجھا مارگریٹ ہے۔

ابلیس :- نہیں۔ وہ حرمان نصیب بلبل تو اپنے قفس میں بیٹھی اس شخص کا انتظار کر رہی ہے۔ جس نے اُس کو پر قینچ کیا تھا۔

فاؤسٹ :- تب میں اس کے ہاں ضرور جاؤں گا۔

ابلیس :- کیا کیا ابھی تک اس کا خبط سر پر سوار ہے ؟ علامہ۔ تم تو میرے

کاروبار کو بدنام کر رہے ہو۔ ایسی معمولی عورت کیلئے تو میرا کوئی ادنیٰ درجہ

کا نوآموز شاگرد بھی کام دے سکتا تھا۔ کیا میں نے ابھی تک تمہاری ان

مزدوریوں کا مکمل علاج نہیں کیا ؟ اب اس کے ہاں کیا پڑا ہے ؟



فاؤسٹ :- وہ تو ایک ہلہاتا پھول ہے۔ جو ستارہ کی طرح بے اختیار مجھے کشش کر رہا ہے۔

ابلیس :- مجھے یہ پسند نہیں۔ میں ایسے پھولوں کو سونگھنے کیلئے پیدا ہی نہیں ہوا۔ جو ہوا میں اپنی خوشبو ضائع کر چکے ہیں۔ گزشتہ چند ماہ میں جب سے تم نے وہ کلی توڑی۔ کیا ہم ایک دنیا کی سیر نہیں کر چکے؟

فاؤسٹ :- کیوں نہیں۔ لیکن مجھے دنیا بھر میں اس کلی جیسا ایک پھول بھی نظر نہیں آیا۔

ابلیس :- مگر ابھی سینکڑوں دنیائیں باقی ہیں۔ جن کے حسن و خوبی کے خزانے ہمارے منتظر ہیں۔ جس طرح بچے راہ چلتے پھول اور پتے اکٹھے کر لیتے ہیں۔ اور آخر ان کو گرد آلودہ سڑک پر ہی بکھیر جاتے ہیں۔ اسی طرح اس کو تم بھی پھینک دو۔ اور آؤ۔ دوسری راہ لیں۔

فاؤسٹ :- مجھے تو کوئی راہ ایسی نظر نہیں آتی۔ جو واپس اسی کی طرف نہ لوٹتی ہو۔ ابلیس :- اچھا تمہاری مرضی، اس وقت مجھے ایک ذاتی کام ہے۔ جس کیلئے یہاں ٹھہرنا ضروری ہے۔

فاؤسٹ :- ٹھہرو۔ مجھے تمہاری ضرورت نہیں۔ (فاؤسٹ جاتا ہے)  
ابلیس :- اب یہ تماشا ختم ہونا چاہیے۔ اور جلدی! اس کی پاک روح کے قریب میرا دل کمزور ہو جاتا ہے۔ میرے پاس درانتی نہیں۔ جس سے اس کو ترشوں۔ اس کی کمزوری مجھ پر چھا جاتی ہے۔ جب تک وہ گناہ کی دلدل میں پھنس کر بالکل ڈوب نہ جائے۔ میری قوت بیکار ہے۔ بس جب یہ ہو گیا۔ تو پھر فاؤسٹ تو میرے قبضہ میں ہو گا۔

(کلیسا سے موسیقی سنائی دیتی ہے)



وہ اندر دوزانو ہے۔ لیکن اسے دُعا مانگنے کا ڈھنگ نہیں آتا۔ میں اس کے پاس جاتا ہوں۔ اسکی نگاہوں سے منجوب۔ لیکن سب کچھ دیکھتے ہوئے میں اسکی کرسی کے قریب بیٹھ کر اس کے کان میں زہر پیونکو لگا۔ اور اس کی رُوح کو جہنم کے کنارے تک کھینچ لے جاؤں گا۔

جب وہ بولتا ہے۔ سٹیج تاریک ہو جاتا ہے۔ اور کلیسا کی دیوار شفاف ہو جاتی ہے۔ جس سے اندر دنیٰ حصہ نظر آتا ہے۔ جہاں مذہم روشنی میں مارگریٹ دُعا مانگنے والوں کے درمیان دوزانو ہے۔ ابلیس اُس کے اوپر جھککا ہوا ہے۔ اسوقت پہلی آیت گائی جا رہی ہے۔

ابلیس :- تیری حالت اب وہ نہیں۔ جو اس وقت تھی۔ جبکہ تو نے بچوں کی سی تو تلی زبان سے پہلے پہل کلام مقدس کے لفظوں کو اس قدیم کتاب سے رٹا تھا۔ جس کو تیری ماں پکڑے ہوئے تھی۔

مارگریٹ :- میں دُعا نہیں مانگ سکتی۔ میری تاریک رُوح کے اندر قسم قسم کے پیچیدہ اور منتشر خیالات آکر مجھے پستی کی طرف کھینچ رہے ہیں۔ سب مل کر گاتے ہیں۔ دوسری آیت

ابلیس :- تیرا خیال کدھر رہتا ہے؟ کس گناہ کی خلش تیرے سینہ میں پوشیدہ ہے؟ کیا اپنی ماں کی رُوح کیلئے رحم کی دُعا مانگنا چاہتی ہو جو تیری وجہ سے نہ ہی اچھی طرح سو سکی۔ اور جب سوئی۔ تو ایسی سوئی کہ پھر نہ جاگی۔ صرف تیری وجہ سے۔ اسکا خون تیری گردن پر ہے۔

سب مل کر گاتے ہیں۔ تیسری آیت



مارگریٹ :- آہ میری بد قسمتی! میں آسمان کی طرف دیکھنے کی جرأت بھی نہیں کر سکتی دروازہ بند ہو چکا ہے۔ میری روح خاک کی گہرائیوں میں ڈوبتی جا رہی ہے۔  
 ابلیس :- ذرا اپنے سینے کے نیچے ہاتھ رکھ۔ کیا تو جنین کی تڑپتی ہوئی نبض کو محسوس نہیں کرتی؟ کیا تو نہیں جانتی کہ تیرے گناہ کا انجام کیا صورت اختیار کر لگا؟  
 سب مل کر گاتے ہیں :-

مارگریٹ :- آہ۔ بس! یہ ستون مجھے پیسے ڈالتے ہیں۔ چھت مجھے کچل ڈالنے  
 تمہیں نیچے گری پڑتی ہے۔ میرا دم گھٹ رہا ہے۔ پیاری ماں مریم۔ ایک دفعہ۔  
 صرف ایک دفعہ ہی اپنا منور چہرہ میری جانب کر۔  
 ابلیس :- اس نے اپنا چہرہ تیری طرف سے ہٹا رکھا ہے۔ وہ تیری بات کو سنتی ہی  
 نہیں۔ آسمان کا نور بچھ گیا ہے۔

مارگریٹ :- (لا انرا سے) سنبھالو۔ پیاری لائرا۔ آہ!  
 (مارگریٹ نیم بیہوش ہو جاتی ہے۔ جبکہ دعا کی آخری آیت  
 سب مل کر گاتے ہیں: منظر مدھم ہو جاتا ہے۔ اور کلیسا کا بیڑنی  
 نظارہ دکھائی دیتا ہے۔ تاریکی میں ابلیس آہستہ آہستہ دروازہ  
 کی طرف ہٹتا ہے۔ اور جانے کو تیار ہوتا ہے۔ کہ اسٹیمپر اور اس کے  
 ساتھی دائیں جانب سے اندر داخل ہوتے ہیں۔ وہ دیوار کی آڑ  
 میں چھپ جاتا ہے۔)

اسٹیمپر :- وہ شہر میں پہنچ گئے ہیں۔ آج رات ہم تم کے خم لندھا سینگے۔  
 پہلا طالب علم :- (فراش سے جو دوسرے ہمراہیوں کیساتھ گلی میں سے آتا ہے) اس  
 وقت وہ کہاں ہیں؟  
 فراش :- مغربی دروازہ کے اندر۔



اسٹیمپر :- اور ویلنٹائن ؟

فراش :- وہ ان کا سرگروہ ہے ۔

اسٹیمپر :- پھر تو آج فے نوشی کا نہایت ہی موزوں موقعہ ہے ۔

فراش :- لوگوں کے ہجوم اس کے گرد اکٹھے ہو کر فتح کے نعے لگا رہے ہیں ۔ لیکن وہ

ان کی طرف اس قدر متوجہ نہیں ۔ بلکہ اپنی ہمیشہ مارگریٹ سے ملنے کیلئے جا رہا ہے ۔

( برنیڈر اور سائیل دوسروں کے ہمراہ بائیں جانب

سے داخل ہوتے ہیں )

برنیڈر :- ہمیشہ سے ملنے کیلئے جا رہا ہے ! تو کیا اس نے وہ بات نہیں سنی ؟

ابلیس :- ( الگ ) نہیں ۔ صاحبو ۔ ابھی نہیں ! شیطان ہمدت لے رہا ہے !

فراش :- کونسی بات نہیں سنی ؟

برنیڈر :- بدترین بات ۔ بشرطیکہ جو کچھ کہا جاتا ہے ۔ صحیح ہو ۔

سائیل :- ہاں ! اور اگر جھوٹ ہو ۔ تو بدترین تہمت ۔ اور میں اپنی جان کی قسم

کھا کر کہتا ہوں ۔ کہ یہ سراسر جھوٹ ہے ۔

ابلیس :- ( الگ ) جان کی قسم ذرا سوچ سمجھ کے کھاؤ ۔ کیونکہ تمہارے پاس لے

دے کے صرف ایک ہی جان ہے ۔

برنیڈر :- آج رات لوگوں میں چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں ۔ کہ اس کی ماں کی موت

بھی طبعی طور پر نہیں ہوئی ۔ بلکہ اس کے کمرہ کے اندر ایک ہر کی شیشی پڑی ملی تھی ۔

فراش :- کیا یہی بات اس شہر کی نیک ترین دد شیزہ کو قاتل قرار دینے کیلئے کافی ہے ؟

سائیل :- نہیں ۔ کچھ اور بھی کہہ رہے ہیں ۔ اور اسی طرح تہمت پہ تہمت تراشی

جاتی ہے ۔ اب کہہ رہے ہیں کہ اس نے اپنی ماں کو اس لئے قتل کیا تھا کہ

اپنے گناہ پر پردہ ڈال سکے ۔



طالب علم :- شرمناک ہمت ہے۔ میں تو اس کو نہیں مانتا۔

دوسرا طالب علم :- ہاں مجھے بھی یقین نہیں آتا۔

ابلیس :- (انگ) دنیا زیادہ ہی فراخ دل ہو رہی ہے ! اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔  
سائیل :- کیا ہم میں سے کوئی شخص ہے۔ جو اس جھوٹ کو اس کے بھائی دیٹھائین  
کے کانوں تک پہنچانے کی جرأت کرے۔

آوازیں :- نہیں کوئی نہیں !

سائیل :- اگر یہ یہودہ ہمت اسکے کانوں تک پہنچ بھی جائے۔ تو کم از کم ہمارے  
ذریعے نہ پہنچیں گی۔ (طالب علم داخل ہوتا ہے)

اچھا صاحب کوئی خبر؟

پہلا طالب علم :- کو تو ال سپاہیوں کے ہمراہ مارگریٹ کے مکان کی نگرانی کر رہا ہے۔  
دوسرا طالب علم :- اور کہتے ہیں۔ کہ اس کے خلاف وارنٹ جاری ہو چکے ہیں۔  
سائیل :- دوستو۔ اب مناسب یہی ہے۔ کہ ہم جو اس کی محبت کا دم بھرتے  
ہیں۔ اس کے حق میں سفارش کریں۔

مسب :- ہاں۔ ضرور ہم ایسا کریں گے۔

(وہ بانیں ہاتھ سے نکل جاتے ہیں)

ابلیس :- او دفادار گٹو۔ طلوع سحر سے پہلے تمہاری زبانیں کچھ اور ہی کہنے  
لگیں گی۔ (فاؤسٹ داخل ہوتا ہے)

کیا ہے علامہ صاحب؟ اس قدر جلدی واپس آ گئے !

فاؤسٹ :- وہ وہاں نہیں ملی۔ مرکات بند ہے۔ اندر روشنی بھی نہیں ہے میں  
اسے شہر بھر میں ڈھونڈھ چکا ہوں۔ مگر بے سود۔

ابلیس :- اس کے متعلق کوئی خبر بھی سنی ہے؟



فاؤسٹ :- ہاں بدترین ! لوگ اس کے خلاف چہ میگوئیاں کر رہے ہیں ۔ ہر زبان اس پر بہتان باندھنے میں مصروف ہے ۔

ابلیس :- مجھے یہی اندیشہ تھا ! کسی افواہ نے یہ سب فتنہ کھڑا کیا ہے ۔ افواہیں ایسے ہی فساد بپا کیا کرتی ہیں ۔ علامہ صاحب ! اب بہتر یہی ہے کہ ہم یہاں سے رُو چکر ہو جائیں فاؤسٹ :- نہیں ۔ جب تک اس کی صورت نہ دیکھ لوں ۔ اور اس کے پاؤں پر گر کے معافی نہ مانگ لوں ۔ میں یہیں ٹھہروں گا ۔

ابلیس :- اچھا ۔ میں اب بھی آپ کے حکم کا بندہ ہوں ۔ میری ایک دیرینہ آشنا یہیں کہیں رہتی ہے ۔ ( برلٹ بجاتے ہوئے )

برلٹ کی سسڑی آوازیں اسکو جگانے لگی ۔ وہ اب بھی دمان پسند ہی چلو اسکی خبریں فاؤسٹ :- مجھے تیری یہ باتیں سُرگزل پسند نہیں ۔ میری تو یہ خواہش ہے ۔ کہ جس طرح بھی ہو سکے ۔ اُسکے رُخ زیبا کی ایک دفعہ زیارت کروں ۔

ابلیس :- علامہ ۔ آج رات میرا دل بہود لعب پہ مائل ہے ۔ اسلئے باران دیدہ پلے کی طرح جو ہر دودش کے پیچھے اپنی محبوبہ کو ڈھونڈتا پھرتا ہے ۔ میں بھی اس گلی میں سے میاؤں میاؤں کرتا ہوا گزر دوں گا ۔

وہ آگے چلے جاتے ہیں ۔ اور برلٹ کی آواز مدھم ہوتی جاتی ہے ۔ یہاں تک کہ نعرے سنائی دینے لگتے ہیں ۔

اور

ہجوم داخل ہوتا ہے ۔ ویلنٹائن اسکے درمیان کپتان کی حیثیت میں آ رہا ہے ۔ ارد گرد لوگ نعرے لگا رہے ہیں ۔



آواز میں :- خوش آمدید - دینٹائین -

آواز میں :- خوش آمدید - خوش آمدید -

نیسر طالب علم :- آڈاسے میخانہ میں لے چلیں - اب قریب ہی تو ہے شہر کا فیصلہ ہے کہ آج ہر ایک کو عمدہ شراب ملے - اور شہر ہی اُسکی قیمت ادا کر لیگا -

چوتھا طالب علم :- تب آؤ - چلیں -

پانچواں طالب علم :- ہاں - ہاں - اس کو کندھے پر اٹھا لو - اب اس مضبوط گھوڑے کی بجائے جس پر وہ سوار ہے - ہمارے کندھے کام دینگے -

(دو دینٹائین کے قریب آتے ہیں - جو اُن کو ایسا کرنے سے منع کر دیتا ہے)

دینٹائین :- میرے اچھے رفیقو - ذرا ٹھیرو - اس سے پہلے میرا فرض ہے - کہ اپنی ہمیشہ مارگریٹ سے مل لوں - سب سے پہلے میں یہ تلوار جو جنگ میں استعمال کرتے کرتے ٹیڑھی اور شکستہ ہو گئی ہے - اُس کے قدموں پہ رکھوں گا - اسکے بعد طلوع سحر تک شغل مینوشی میں مصروف رہینگے -

(اتنے میں سائیل - برنیڈر اور دوسرے لوگ

داخل ہو چکے ہیں - اور خاموش کھڑے ہیں)

اوہو - سائیل تم ہو - برنیڈر! اور تم بڈھے ایٹمر! اور فراش بھی!

خوب ملے - پیارے دوستو - معلوم ہوتا ہے - کہ تمہارے ساتھ مصافحہ کئے

تدبیر دراز گزر چکی ہے - اسقدر دراز کہ میں اپنے شہر کی گلیوں سے اجنبی ہو

گیا ہوں - آؤ مجھے رستہ بتاؤ -

برنیڈر :- کدھر کا - دینٹائین ؟

دینٹائین :- گھر کا اور کدھر کا ؟ مارگریٹ کے پاس جانا چاہتا ہوں -



(سائیل قلعہ کلامی کرتا ہے)

سائیل :- وہاں مرت جاؤ !

وینٹن :- کیوں نہ جاؤں ؟

سائیل :- میں نہیں بتا سکتا !

وینٹن :- نہیں بتا سکتا ؟ بولو کہو ۔ کیا سب کے سب گونگے ہو گئے ہوں ہیں

انسان ہی ہوں ۔ کوئی بالاتر ہستی نہیں ۔ جو قسمت کا بلکہ اپنی آچکھا ہے

مجھے برداشت کرنا ہو گا ۔ کیا وہ مر تو نہیں گئی ؟

سائیل :- نہیں ۔ وینٹن :- وہ مری تو نہیں ۔

برنیڈر :- کاش وہ مر گئی ہوتی ۔

وینٹن :- آخر ایسی کیا بات ہے ۔ جو تم سب کی زبانوں پر خاموشی کی مہر

لگائے ہوئے ہے ؟

سائیل :- برنیڈر تم ہی بتا دو ۔ میری زبان کو تو یار اسے بیان نہیں ۔

فراس :- میری بھی ہمت نہیں پڑتی ۔

برنیڈر :- کہہ رہے ہیں ۔ کہ تمہاری والدہ کی موت مارگریٹ کے ہاتھوں ہوئی تھی

وینٹن :- میری والدہ مارگریٹ کے ہاتھوں قتل ہوئی ! جھوٹے ۔ میں

تمہارا گلا گھونٹ دوں گا ۔

برنیڈر :- میں تجھے معذور سمجھتا ہوں ۔ کاش جو کچھ میں نے کہا ہے ۔ وہ

واپس لے سکتا ۔ جو ہو چکا ہے ۔ اسے مٹا سکتا ۔

وینٹن :- یہ شیطانی افترا ہے ۔ شرمناک بہتان ہے ۔ اگر فرض کریں ۔ کہ

فرط غضب میں خدا کو یہی منظور ہوا تھا ۔ کہ وہ اس فرشتہ جیسی معصوم

لڑکی کو مجسم شیطنت میں بدل دے ۔ تو آخر اس کا کوئی سبب بھی ہو گا ۔



دیکھنا یہی ہے۔ کہ وہ سبب کیا تھا۔ اسے والدہ سے بے انتہا محبت تھی۔ اور والدہ کو وہ جان سے زیادہ عزیز تھی۔ پھر کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ کہ اُس نے ایسی شفقِ مال کی جان لی ہو؟

بہرینہ :- نہیں اس کی وجہ ہے اور بدترین وجہ ہے اس نے اپنی مال کی جان اس لئے لی۔ کہ اپنے نثریناک جرم پر پردہ ڈال سکے۔  
 ویلنٹائن :- جھوٹا! میں ابھی اس کے پاس جاتا ہوں۔

(کو تو ال داخل ہوتا ہے)

کو تو ال :- ٹھہرو۔ ویلنٹائن! ہم سب کو اُمید تھی۔ کہ تمہیں شہر کی جانب سے باقاعدہ خوش آمدید کہیں گے۔ اور تمہارا شاندار طریقہ پر استقبال کریں گے۔ لیکن ان باتوں کو تو کسی بہتر وقت پر ملتوی کرنا پڑیگا۔ اس وقت ہمارا فرض کچھ خوشگوار نہیں۔ اور نہ ہی ہمارا آنا خالی از عتد۔

ویلنٹائن :- کیا آپ بھی اس جعل۔ اس سازش میں جو میری ہمشیرہ کی عزت آبرو کے خلاف کی گئی ہے۔ شریک ہیں؟

کو تو ال :- اگر ایسا ہوتا۔ تو اس برائی کا انسداد فوراً ہو سکتا تھا۔ مگر افسوس ایسا نہیں ہے۔ معتبر شہادتوں کی بنا پر تمہاری ہمشیرہ مارگریٹ قتل کا الزام عائد ہوتا ہے۔ اور یہ ہے اُس کی گرفتاری کا وارنٹ!

ویلنٹائن :- بس یہی کچھ؟ کیا آپ کے وارنٹ میں کوئی وجہ بھی بیان کی گئی ہے۔ کہ وہ ددشیرہ جس کی نیکی اور شرافت کا شہر بھر قائل تھا۔ کس لئے ایک ایک قاتل بن گئی؟

کو تو ال :- یہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ جس رات تمہاری والدہ کا انتقال ہوا۔ اسی رات بعض گواہوں نے دیکھا تھا۔ کہ ایک نامعلوم اجنبی نوجوان مارگریٹ



کے کمرہ میں داخل ہوا۔ اور صبح کے وقت وہاں سے نکلوا۔  
 اسٹیمرز۔ یقیناً وہ وہی نوجوان تھا۔ جسکے رفیق نے ہم کو میخانہ میں شعبہ دکھایا تھا۔  
 فراسٹن :- واقعی ۔ وہی تھا۔

ویلنٹائن :- بس بس ۔ اسکی بابت بعد میں سوچیں گے ۔ اسوقت تو میں محسوس  
 کر رہا ہوں ۔ کہ وہ سب کچھ جس سے مجھے محبت تھی ۔ برباد ہو گیا۔ اب  
 رفیقو ۔ ان مشعلوں کو زمین پر گرا دو۔ آہ ۔ کاش مجھے میدان جنگ میں  
 ہی موت آجاتی ۔ یا کوئی اور مصیبت مجھ پر ٹوٹ پڑتی ۔ مگر یہ صدمہ نہ  
 دیکھتا ۔ ابھی کل ہی رات ہم الاؤ کے گرد بیٹھے وطن کی باتیں کر رہے تھے  
 اور جب ہر رفیق نے شراب سے بریز جام اٹھا کر باری باری اپنی اپنی محبوبہ  
 کا جام صحت نوش کیا ۔ تو سب سے آخر میں نے جام اٹھایا ۔ اور آہستہ  
 سے اسی کا نام لیا ۔ سب خاموش بیٹھے تھے ۔ مارگریٹ کا نام سنا ۔ تو یکایک  
 پکار اٹھے ۔ بالکل درست ۔ بالکل درست ۔ سارے شہر میں ہیں ایک مارگریٹ  
 ہی ہے ۔ سب سے خوبصورت ۔ سب سے نیک اور حیا دار ۔ اور اب ۔ اب ہر  
 بکو اسی کے منہ میں جو آئے ۔ مجھے کہے ۔ میرے پاس اس کیلئے کوئی جواب نہیں  
 میری ہمشیرہ کی بدنامی میری بدنامی ہے ۔

( ابلتیں اور فاؤنٹ گلی میں سے آتے ہوئے دکھانی دیتے ہیں )  
 ابلتیں بربط کیا تھ گارہا ہے ۔ اور فاؤنٹ ساتھ ساتھ چل

رہا ہے

سائیل : سائیل ! وہ تو یہ آ رہا ہے ! وہ بد معاش جس نے اس بچاری کو برباد کیا !  
 فراسٹن :- ہاں ۔ اور وہ شعبہ باز بد معاش ابھی اس کے ہمارا ہے ۔  
 ویلنٹائن :- تب ایک طرف ہٹ جاؤ ۔ ان سے میں ہی پیٹ لوں گا ۔ میں اور



اور صرف میں -

(وہ اپنی تلوار کھینچ کر ابلیس کے قریب آتا

ہے - جو ابھی گارہا ہے)

او ذلیل چو ہے مار - اب اور کس کو بہکا تیرگا؟ بے یہ وار تیرے لئے ہے!

(وہ بربط کو زمین پر دے مارتا ہے)

ابلیس :- بربط ٹوٹ گیا - اب گیت بھی ختم ہونا چاہیئے -

ویلنٹائن :- اور تو جو اس کے پیچھے چھپ رہا ہے - تیرے لئے بھی وار آتا ہے -

ابلیس :- وہ تجھے خوب پہچانتا ہے - تاہم ہوشیار ہو جاؤ -

ویلنٹائن :- تلوار نکالو - ورنہ میں تجھے اپنی تلوار میں پروں دوں گا!

فادوسٹ :- بہت اچھا میں تیار ہوں - (فادوسٹ تلوار نکالتا ہے)

ابلیس :- آگے بڑھو - کوئی اندیشہ نہ کرو - میں ان سب سے پیٹ لوں گا -

(وہ لڑتے ہیں)

ویلنٹائن :- اچھا - لے وار بچا!

ابلیس :- کیوں نہیں؟

ویلنٹائن :- اور یہ بھی!

ابلیس :- بہت اچھا یہ لے!

ویلنٹائن :- تجھے اندیشہ ہے - کہ یہاں شیطان ہے - میرا بازو کمزور ہو رہا ہے -

ابلیس :- علامہ اب تمہارا موقع ہے - کاری ضرب لگاؤ -

(فادوسٹ ویلنٹائن پر حملہ کرتا ہے جو گر پڑتا ہے)

ویلنٹائن :- او خدا - میں گیا!

(لوگ ویلنٹائن کے گرد جمع ہو جاتے ہیں)



ابلیس :- بس اس کا کام تمام ہے ۔ اب خاموش رہو ۔ جلدی کرو ۔ بھاگ چلیں ۔

(وہ اپنا چغہ فاؤسٹ پر ڈال دیتا ہے ۔

اور دونوں غائب ہو جاتے ہیں)

کو تو ال :- قتل ہو گیا ۔ جاؤ ۔ دونو کو گرفتار کرو ۔

سائیکل :- وہ بھاگ گئے ہیں ۔

کو تو ال :- کہاں ؟

برنیڈر :- کچھ پتہ نہیں ۔ جب ہم ان کے تعاقب میں گئے ۔ تو ایسا معلوم ہوا کہ وہ ہوا ہو گئے ۔

کو تو ال :- اچھا جو زخمی ہوا ہے ۔ اسکی توجہ رو ۔

(مارتھا کا سر کھڑکی میں سی نو دار ہوتا ہے ۔ اور دوسرے

چہرے دوسری کھڑکیوں میں سے نظر آتے ہیں)

مارتھا :- یہ کیا شور و غل ہے ؟

(مارگریٹ شہریوں کے ہجوم کیساتھ گر جا کر میٹرو آتی ہے)

مارگریٹ :- ہائیں ۔ کون زخمی ہو گیا ہے ؟

برنیڈر :- تیری ماں کا فرزند !

مارگریٹ :- ہائے خدایا ! کیا اس کی جان تو خطرہ میں نہیں ؟

وینٹسٹائن :- کیوں نہیں ۔ مگر اسکا اندیشہ نہ کرو ۔ یہ معمولی بات ہے ۔ اب ونا دھونا

بند کرو ۔ اور جب تک مجھ میں بولنے کی طاقت ہے ۔ میری بات کان دھر کے

ستوہ میں اب صرف پینہ لٹھوں کا لہان ہوں ۔

مارگریٹ :- او ۔ وینٹسٹائن !

وینٹسٹائن :- تو یہاں کس لئے پھر رہی ہے ۔ تجھے اپنے کاروبار میں مصروف ہونا



چاہیے۔ رات تھوڑی ہی گزری ہے۔ اور جو جنس کو بیچنا چاہتی ہے۔ اُس  
کے خریدار ابھی بہت ہیں۔

مارگریٹ :- اؤ خدا۔ اؤ خدا! رحم! رحم!

وینٹائین :- تجھے زیب نہیں دیتا۔ کہ تو خدا کا نام لے۔ مگر ابھی تو تو آموز ہے۔  
اس لئے اگر ابھی خدا کا نام تیری زبان پر آجائے۔ تو تجھ کی بات نہیں۔  
لیکن چند ہی روز میں بدکاری کی عادت ان پرہیزگاریوں کو کچل کے رکھ  
دیگی۔ ایک ہی مہینہ میں تمہارا حسن و جمال شہر بھر کیلئے وقف ہوگا۔ اور  
جب وہ حسن ہوس کی چہرہ دستیوں سے پامال و تاراج ہو جائیگا۔ تو پھر  
تو غارہ و گلگونہ کے ذریعے حسین بنکر گلیوں اور کوچوں میں ماری ماری  
پھریگی۔ یہاں تک کہ انجام کار تجھے روشنی سے ڈر لگیگا۔ اور تو تاریک  
مخراہوں اور دیواروں کے نیچے چھپتی پھریگی۔ ایک عصمت باخستہ آوارہ عورت!  
مارتھا :- بہتان باندھنے والی زبان کو بند کر۔ اور اپنی روح خدا کی رحمت کے سپرد کر۔  
وینٹائین :- جہنمی خبیث بڑھیا۔ اگر میں مرنے سے قبل تجھ کو قتل کر سکتا۔  
تو سمجھتا کہ میرے سب گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

مارگریٹ :- آہ وینٹائین۔ میرے ساتھ بولو۔

وینٹائین :- بس اب وقت گزر چکا ہے۔ مجھے تو سب سے زیادہ عزیز نفی خدا  
تجھے معاف کرے۔ اب میں ایک سپاہی کی طرح اپنے خدا کے پاس جاتا ہوں۔  
(دہ کر کر مر جاتا ہے۔ مارگریٹ لائینز کی گود میں  
بیہوش گر پڑتی ہے۔ اور سپاہی کو توال کے اشارہ  
پر اُس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں)



# ایکٹ چہام

سین :- واپس گزرن کی رات

(کوہ بردکن کی چوٹی - سامنے ایک خوفناک غار کا کنارہ ہے جس کی گہرائیوں سے پہاڑی چوٹیاں بلند ہو رہی ہیں خلیج کے پار ایک بلند پہاڑ سے جس کی چٹانیں کٹی بھٹی ہیں۔ دائیں طرف سامنے سے ایک رستہ چٹانوں کے طریف آتا ہے۔ بائیں جانب ایک بلند چٹان نیچی گہرائیوں سے اُبھتی ہوئی نظر آتی ہے)

(چٹان کے دامن میں ایک غار ہے جس کے اندر چڑیل اپنی دیگ کے پاس بیٹھی ہے۔ بادل کی گرج - بجلی کی چمک اور طوفان باد و باران سے منظر شرع ہوتا ہے۔ مختلف چوٹیوں پر جو خلیج میں سے اُٹھ رہی ہیں چڑیلیں بیٹھی پڑے رہی ہیں)

پہلی چڑیل :- ہوا میں کیسی چیخ سنائی دے رہی ہے ؟  
دوسری چڑیل :- ہمارا آقا آرہا ہے۔ میں نے ایسے سنگ زراغ کے قریب سوار آتے دیکھا ہے۔



تیسری چڑیل :- نیچے غار میں سب کو اطلاع دیدو۔ ایک چوٹی سے دوسری چوٹی تک  
سب کو اور نیچے خلیج میں جو آتش فشاں پہاڑ کے دہانہ کو پر کئے ہوئے ہے۔  
اٹو کی چیخ پہنچا دو۔

آواز :- (پستی سے) وہ آتا ہے !

دوسری آواز :- وہ آتا ہے !

تیسری آواز :- ہٹ جاؤ۔ ہٹ جاؤ۔ وہ آگیا۔

آواز :- ہٹ جاؤ۔ ہٹ جاؤ۔

(چڑیلیں غائب ہو جاتی ہیں جبکہ ابلیس اور فاؤسٹ

دائیں جانب کے چٹانی رستہ پر چڑھ رہے ہیں)

فاؤسٹ :- بس میں آگے نہیں جاؤں گا۔ تو مجھے کہاں لئے جا رہا ہے ؟

ابلیس :- اوپر اس چٹان پر جس کی چوٹی گندھاک والی وادی پر قفل ہوئی ہے۔

فاؤسٹ :- میں اس سے آگے اوپر نہ چڑھوں گا۔ گونجتے ہوئے غاروں میں سے۔

یہ رونق دیرانوں اور اونچی چٹانوں پر جن کی لرزاں دیواروں میں سے پُرشور

آبشار رستہ بناتے ہوئے گزرتے ہیں۔ میں ایک تینکے کی طرح جیسے آندھیاں

اڑاتی پھر رہی تیرے پیچھے پیچھے چلا آیا ہوں۔

ابلیس :- ایسے ہی تجھے میرے پیچھے پیچھے آنا ہو گا۔ حتیٰ کہ میں تجھ کو سب کچھ دکھا

دوں۔ بس چپ وقت ہو گیا ہے۔

گیت (پستی سے)

چڑیلیں کوہ براکن کی چوٹی پر جا رہی ہیں

اوپر ہی اوپر آگے ہی آگے وہ کہیں نہیں ٹھہرتیں

(ابلیس فاؤسٹ کو تاریک غار کے کنارے پر کھینچ لاتا ہے)



ابلیس :- کیا تو ان کو نیچے دھند میں جوق در جوق جمع ہوتے دیکھ رہا ہے، وہ  
اڑنے کیلئے پر تو لے ہوئے اب آسمان میں جمع ہو رہی ہیں۔ اے لو! انہوں  
نے چاند کو چھپا لیا ہے۔

### گیت

آگے ہی آگے، اوپر ہی اوپر، رات کے درمیاں  
ہم اڑتی ہوئی سب سے اونچی چوٹی کو جاتی ہیں  
(اس گیت کے دوران میں چڑیلوں کا جھنڈ  
آسمان پر اڑتا دکھائی دیتا ہے)

ابلیس :- نیچے بہت ہی نیچے۔ وہ ہر ڈھلوان اور چٹان پر چڑھ رہی ہیں کروڑوں  
کی تعداد میں۔ درختوں کی پیچ در پیچ جڑوں میں سانپوں کی طرح لپٹی ہوئی  
چٹانوں اور بڑے بڑے پتھروں پر اچھل۔ کود اور بھپسل رہی ہیں۔ دیکھو۔  
کس طرح وہ دھکم دھکا کر رہی ہیں۔ اپنے آقا کے پاؤں چھونے کی کوشش  
میں کیسی ریل پیل اور جدوجہد سے کام لے رہی ہیں۔ لیکن بعض ہیں جو  
خستہ و دراز ہو کر گر پڑی ہیں۔ اوپر۔ اوپر۔ آگے بڑھی چلو۔ شیطان تک  
پہنچنے کا رستہ شروع میں دشوار لیکن آخر میں آسان ہو جاتا ہے۔

جب وہ یہ کہتا ہے۔ تو چٹانوں اور پہاڑوں کی  
چوٹیاں آہستہ آہستہ بھوت پرستوں کے جم غفیر سے  
بھر جاتی ہیں جنکی آوازیں خلیج میں گونجتی ہیں)

پہلی چڑیل :- تو کہاں سے آرہی ہے؟  
دوسری چڑیل :- اس چٹان کے موڑ پر میں نے ایک سفید آلو کو اپنے گھونسلے میں  
آنکھیں جھپکتے دیکھا تھا۔



تیسری چڑیل :- بڑھی باؤ بو ایک موٹی تازی سورتی پر سوار ہے ۔

چوتھی چڑیل :- اچھا باؤ بو سب سے آگے اور باقی نگلہ اس کے پیچھے پیچھے چلے ۔

ابلیس :- آگے چلو ۔ آگے ۔ در نہ مار مار کر تمہاری کھال ادھیڑ دوزگاہ ۔

آواز :- (پستی سے) ہائی ! ہو ! وہاں !

ابلیس :- نہیں اس کی آواز پر کان مت دھرو ۔ آگے بڑھے چنو ۔

پہلی چڑیل :- یہ کون ہے ۔ جو چٹانی جھیل کی گہرائیوں سے پکار رہا ہے ۔

آواز :- (پستی سے) میں تین سو سال بدکہ اس سے بھی زیادہ مدت سے ادھر چڑھ

رہا ہوں ۔ لیکن ابھی چوٹی پر نہیں پہنچ سکا ۔

(چڑیلیں وحشیانہ منہسی منہسی ہیں ۔ جبکہ ابلیس

نیچے خلیج میں جھانکتا ہے )

ابلیس :- بڑھے کھوسٹ ! نہیں ! کیا تجھے معلوم نہیں کہ شیطان کی چوکھٹ تک

پہنچنے میں عورت کا سبک رفتار پاؤں مرد کے بھاری بھاری پاؤں سے باری

لے جاتا ہے ۔ اور مرد جو ارتکاب گناہ میں بھی مقابلتہ سست رفتار ہے

آہستہ آہستہ عورت کے پیچھے پیچھے قدم اٹھاتا جاتا ہے ۔ اپنے آپ کو گھیسٹے

جا بڑھے بیوقوف ! آخر کبھی نہ کبھی تو منزل پر پہنچ جائیگا ۔ رہنمائی جا ۔

رہنمائی جا ۔ (دوبارہ وحشیانہ منہسی )

### گیت

پتھر ٹے کا بادبان لے کر ہم طوفان پر سوار ہوتی ہیں

تب اپنے مالک کا حکم سنکر ہم جھپٹتی ہیں اور گرتی ہیں

فاؤسٹ :- یہ شکلیں کیا بلا ہیں ۔ اور کس لئے یہاں آگئی ہیں ؟

ابلیس :- آج رات جناب شیطان کا جشن ہوگا ۔ اور یہ میری معاون چڑیلیں سب

لے باؤ بو چڑیل کا نام ہے ۔



ہمان ہیں۔ کیا عمدہ مجمع ہے۔ دیکھو وہ کیسے ہنستی اور باتیں کرتی ہیں۔  
میری پیاری چڑیلیں، باقی دنوں میں وہ اپنے فرائض بجالاتی ہیں لیکن  
یہ فراغت کا وقت وہ تفریحی ناز اور کھیل کود میں صرف کرتی ہیں۔  
ناچتی جاؤ! ناچتی جاؤ!

(چڑیلیں ناچتی ہیں اور ساتھ ساتھ گاتی جاتی ہیں)

### چڑیلوں کا گیت

دُھند اور کہر میں سے۔ گھاس اور کاہی پر سے۔ پوشیدہ  
فاروں، پہاڑوں اور وادیوں سے ان تپوں کی طرح جو نکھرتے  
اور اکٹھے ہوتے ہیں۔ ہم اپنے مالک جنہم کے سردار کے پاس  
حاضر ہوتی ہیں۔ اُلو کی چیخ کے پیچھے ہم جاتی ہیں جبکہ رات  
کی ہوا اپنی مسلسل راگنی چھیڑتی ہے۔ ہم پہاڑیوں اور غاروں  
پر سبک پرواز چاند کی طرح تیز قدمی سے دوڑتی پھرتی ہیں۔  
اب ہوا ساکن ہو گئی ہے۔ ستارے گرہے ہیں۔ چاند  
غروب ہو گیا ہے۔ آسمان خالی ہے۔ خاموش۔ خاموش!  
اُلو کی چیخ آرہی ہے۔ رات جا رہی ہے۔ ہوشیار۔ ہوشیار!

کیا تو اسکی چیخ سنتا ہے

نیچے نیچے۔ پستی میں

بادل اُڑ رہے ہیں

رات قریب المرگ ہے

ہم جاتی ہیں ہم جاتی ہیں

(جبکہ آواز مدہم ہوتے ہوتے آخر بالکل بند ہو جاتی ہے۔)



چڑھیں آہستہ آہستہ غائب ہو جاتی ہیں)

فاؤنٹین :- یہ دیوانوں کی دنیا کیا ہے ؟

ابلیس :- یہ وہ دنیا ہے ۔ جہاں دنیا میں بنائی جاتی ہیں ۔ شہد کی مکھیوں کا چھتہ ہے ۔ جس میں بھنبھناتی مکھیاں اپنے زہریلے شہد کی مقیدیوں میں سے انسانوں کے ہونٹوں سے وہ تلخ شیرینی لگاتی ہیں ۔ جسے محبت کہتے ہیں ۔ یہاں حسن انسانی سانچہ میں ڈھلنے سے پہلے گناہ کے چشمہ سے سیراب ہوتا ہے ۔ پھر تیزی سے آگے بڑھ کر آستانہ زندگی میں داخل ہوتا ہے ۔ اور رستہ میں سے گزرتے ہوئے موسم بہار کے شگوفے اور سرتلی آوازیں اکٹھی کرتا جاتا ہے ۔ یہاں ہی سونے کی دھات چمک دمک پاتی ہے ۔ تاکہ حرص و آرز کے درد کا مرہم بنے ۔ یہاں ہی تاج بنائے جاتے ہیں ۔ اور اس آہرن پر سہراج کیلئے غاصب کے سر کے مطابق ایک حلقہ تیار کیا جاتا ہے ۔ عظمت و اقتدار اوالعزمی دہندہ ہمتی ، شہرت و ناموری اور ایسے ہی بیشمار رنگین کھلونے ہیں جنکی خواہش میں انسان آگے ہی آگے جہنم کی طرف دوڑے جا رہے ہیں سب اسی جگہ بنائے جاتے ہیں ۔ اور نظر فریب رنگوں اور خوشبودار پھولوں سے آراستہ کئے جاتے ہیں ۔ تاکہ میری دنیا والوں کے دلوں کو بھاسکیں ۔

فاؤنٹین :- تو کیا یہی وہ جگہ ہے ۔ جہاں تو خیال کرتا ہے کہ ان آنسوؤں کی یاد کو محو کر دیگا ۔ جو میری بزدل روح پر اس طرح ٹپک رہے ہیں ۔ جیسے اجاڑ جنگلوں میں بارش ۔

ابلیس :- نہیں اچھے علامہ صاحب ! یہ تو آنے والی سیاف کا پیش خیمہ ہے ۔

دیکھو یہ ہے اور ! (وہ چڑیل کی دیگ کے پاس جاتے ہیں)

بوڑھی خوناچہ فروش ۔ میں تجھے جانتا ہوں ۔



فاؤسٹ :- میں بھی تجھے پہچانتا ہوں۔

چرٹیل :- اور میں تم دونوں کو جانتی ہوں۔

ابلیس :- میرے اس آقا کو خوش کرنے کیلئے تیرے پاس کوئی چیز ہے ؟

چرٹیل :- میرے پاس ہر قسم کی بہترین چیزوں کا نہایت عمدہ مجموعہ ہے۔ جس میں

ہر چیز نہایت دانائی سے منتخب کر کے رکھی گئی ہے۔ انہیں دیکھ لیں۔ ہر

ایک چیز اپنے اپنے وقت پر مفید کام دے چکی ہے۔ وہ نچر جو پڑا ہے۔ اب

تک خون کے دھبوں سے سرخ ہے۔ ان تمام جواہر نگار پیالوں میں سے

ایک بھی نہیں۔ جس نے ان ہونٹوں تک جواب سنگ مرمر کی طرح سفید ہو

چکے ہیں۔ موت کی خواب آور شراب نہ پہنچائی ہو۔ اس جگہ گاتے ڈھیر

میں کوئی موتی ایسا نہیں۔ جو کسی نہ کسی دوشیزہ کی بدنامی و رسوائی کا جواب

نہ ہو چکا ہو۔

فاؤسٹ :- نجیٹ بڑھیا۔ خاموش رہ۔

ابلیس :- وہ ہمارے آنے کا مدعا نہیں سمجھی۔ جو ہو چکا۔ سو ہو چکا۔ آج رات

ہم اور اقی ماضی میں سے کسی زیادہ دلکش منظر دیکھنے کے آرزو مند ہیں۔

چرٹیل :- آقا پھر مجھے قیمت ادا کر دو۔ کوہ براکن پر ہی مجھے اپنی فیس طلب کرنی چاہیے

تھی۔ کیونکہ ہمارے مابین یہی اقرار ہوا تھا۔

ابلیس :- کیا تو مجھے دھمکانا چاہتی ہے ؟ میں تجھے قہوڑا قہوڑا صلہ نہیں دوں گا۔

بلکہ ایک ہی مرتبہ سارا حساب چکا دوں گا۔

چرٹیل :- (الگ) اچھا۔ تو پھر رات ختم ہونے سے پہلے ہی پوری فیس وصول کرنے

کا استحقاق پیدا کر لوں گی۔ اور تمہارے سامنے راستہ رخنہ بصورت اور بد صورت

نظارے پیش کر دوں گی۔ کہ تم دونوں ڈر جاؤ گے۔



ابلیس :- بس خاموش - بکواسی بڑھیا -

فادوسٹ :- کیا یہی ہے تمہارا رعب و اقتدار ! تمہارے نجدت ماتحت بھی تمہارا مضحکہ اڑاتے اور استخفاف کرتے ہیں -

ابلیس :- کیا میرا رعب و اقتدار دیکھنا چاہتے ہو؟ کیا میری قوت و طاقت کا لحاظ کرنا چاہتے ہو؟ میری طاقت جس نے تمہاری بڑھاپے کی ڈھیلے ڈھالی اور پریشان کھال کو بدل کر تمہیں شباب کا نیا دبوس عطا کیا ہے؟ اچھا پھر ٹھہرو۔ اور اسے خلا کی گہرائیوں میں سے میرے جہنم کے کتے بھونکتے ہیں (گرج کی آواز اور بجلی کی چمک)

### گیت

(پستی سے) چمٹے رہو، چمٹے رہو  
الو چھپا ہوا ہے  
اور طوفان کی دم پر  
ہمارا آقا سوار ہے

ابلیس :- کیا تو بجلی کے گھوڑوں کی آواز سنتا ہے؟ جنکے پر شور سُموں کی آوازیں  
رات کی قبائے تاریک کے پرزے پرزے کٹے ڈالتی ہیں؟  
چڑھے جاؤ۔ چڑھے جاؤ۔ میرے بجلی کے چراغ تمہاری رہنمائی کریں گے۔  
(فادوسٹ کو قعر عمیق کے کنارہ پر لے جا کر)  
دیکھو۔ وہ جگہ جہاں ابتری نئی صورت اختیار کرتی ہے۔ جبکہ عمیق  
گہرائیوں میں پہاڑوں کی پھٹی ہوئی چٹانیں گرتی ہیں۔ اور جنگل کے جنگل  
ٹوٹ ٹوٹ کر خلیج میں گرتے ہیں۔  
کیا اس سے تمہاری تسلی ہو گئی؟



( اس تقریر کے دوران میں چٹانیں بھٹ بھٹ کر گر پڑتی ہیں۔ درخت جڑ سے اکھڑ کر دھڑام خلیج میں گرتے ہیں۔ اور خلیج کے پار پہاڑ اس طرح پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔ کہ اس کی جگہ فقط ایک وسیع غار سا رہ جاتا ہے )

فادسٹ :- بس کافی ہے۔ کافی ہے۔ اس سے زیادہ میں نہیں دیکھنا چاہتا۔ ایلیس :- ( منہس کر ) نہیں۔ اچھے عذاب صاعق، خوف کے مارے کا نینے کی ضرورت نہیں۔ شکست و ریخت کا کام ہمیشہ پُر شور ہوتا ہے۔ تاہم اس تباہی و بربادی نے ہمارا کام بنادیا ہے۔ جس پر ہم آپ کی حرص و اشتیاق نگاہوں کیلئے سامانِ ضیافت بہم پہنچائیں گے۔ اور دنیا کے ہر گوشہ سے منتشر قبروں میں سے عشق و محبت کی وہ دیوایاں بلا کر آپ کی خدمت میں حاضر کرینگے۔ جنکا حسن و جمال زمانہ کی دستبرد سے محفوظ ہے۔ اور جو آج بھی بے نظیر و لاثانی سمجھی جاتی ہیں۔

( پھر مل سے )

آگے بڑھو۔ بڑھو۔ آگے۔ جلدی کر۔ شراب کو ہلا۔ اور کھیل شروع کر۔ تاکہ اس ہوائی سیلج کی بلندیوں پر متمکن ہو کر میرا آقا اس جلوں کو جو اسکے سامنے سے گزرے گا۔ ملاحظہ فرما سکے۔ اور صدیوں سے مدفون حسین نازنینوں کے ہونٹوں پر سے جس کے چاہے شیریں بو سے لے سکے۔ بڑھو آگے بڑھو۔ ( نوجوان چڑیلوں کا گروہ دیگ سے پرے ہٹ جاتا ہے۔ اور پھولوں کی زنجیروں کے ذریعہ فادسٹ کو چٹان کی چوٹی پر کھینچ لیتا،



جہاں ابلیس پہلے ہی کھڑا ہوا ہے۔ اور جب وہ نیم بیداری کی حالت میں ان کے پیچھے پیچھے جاتا ہے۔ گیت کی آواز خلیج کے پار سنائی دیتی ہے۔ اور ٹرائے کی حسینہ ہیلن کی صورت آہستہ آہستہ نمودار ہوتی ہے۔

### گیت

ایک دفعہ پھر ارغوانی سمندر کی سطح پر وہ گرم سفر ہے۔ بادبان اسکو وطن لے جا رہے ہیں۔ ٹرائے کے آتشزدہ میناروں پر پھر گولہ باری ہو رہی ہے۔ اور سُرخ سُرخ جھاگ کے پار وہ درخشاں نظر آتے ہیں ابلیس :- دیکھو۔ اس کے عشاق کی طرح ابنوہ در ابنوہ اس کے گرد جمع ہیں۔ یہ وہ فتنہ دوران ہے جس کے لبِ لعین کی خاطر دنیا کو خون میں نہانا پڑا تھا مگر دیکھ لو ان گزشت انسانوں کا خون بھی جو اس کے عشق کے جرم میں قتل ہوئے۔ اس کے سر دی عُن پر ایک دھبہ تک نہیں لگا سکا۔

فاؤسٹ :- ہیلن ؟

ابلیس :- ہاں ہیلن میری وفا شعار و فرمانبردار ملکہ۔ جس نے ٹرائے کی اینٹ سے اینٹ بھوادی۔ اور بحیرہ ایجین کو خون سے ارغوانی کر دیا تھا۔ فاؤسٹ :- نزدیک آؤ۔ نزدیک کہ میں تمہارے نوٹوں کو چھو سکوں۔ ابلیس :- نہیں۔ ذرا ٹھیرو۔ مجھے ایک ایسی مشرقی شاخ کا علم ہے جس پر اس سے زیادہ سُرخ اور پختہ پھل جسے منصر کے آفتاب نے سنہری بنا دیا تھا۔ لٹک رہا ہے۔ آگے۔ آگے پیاری بڑھیا۔ ابھی تو نصرتِ نسیانت بھی نہیں چنی گئی۔ چڑیل۔ نہیں عالمِ بجاہ۔ ابھی بہت کچھ رہتا ہے۔ جیسا کہ دیگ ٹھنڈی ہونے



سے پہلے ہی آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔

(ہیلن کی صورت غائب ہو جاتی ہے اور

نیا گیت سنائی دیتا ہے)

گیت

نیل کی قدیم رود میں کھلے ہوئے ریشمی بادبانوں والی کشتی میں  
وہ سوار ہے۔ یہ وہ نازنین ہے جس نے دنیا کے بڑے بڑے  
بادشاہوں کو سنہری خوالوں کی زنجیروں میں جکڑ رکھا تھا۔ عمر  
بھران سے کھیلتی رہی۔ مگر کبھی زندگی آلودہ نہ ہوئی۔ اسکا  
دل اور جسم سراسر شاداب ہے۔ تمام اس سے  
مخطوط ہوئے۔ اور وہ سب سے محفوظ ہوئی۔ وہ سب کے  
ساتھ بیوقوف بھی رہی اور باد فابھی۔

(گیت کے دوران میں قلیو پٹر کی صورت دکھائی

دیتی ہے جس کے آگے رقصہ لڑکیاں ناچنے

میں مصروف ہیں)

ابلیس :- کیا دیکھ رہے ہو۔ فائوسٹ؟ جو تباہی و بربادی یہ مصر پر لائی تھی۔ وہ  
اب دریائے نیل کی تہ میں مدفون دستور ہے۔ حالانکہ وہ خود جسکا بے پناہ  
حسن زمانہ کا استخفاف کرتا تھا۔ صدیاں گزرنے پر آج بھی اپنے آقا کو سلام  
کرنے کیلئے حاضر ہوتی ہے۔ حسین جمیل قلیو پٹر! سانپ کی روح والی!  
میں آج بھی تجھ کو بے نظیر و لاثانی قرار دیتا ہوں۔

فائوسٹ :- اور میں بھی۔ میں بھی!

ابلیس :- کیا اسکا حسن تجھے دلکش معلوم نہیں ہوتا؟



فادرٹ :- ذرا مجھے اس کے پر شباب سینے کے درمیان بوسہ کی مہر ثبت کر لینے  
 دو۔ وہ سینہ جو انٹونی کو تکلیف کا کام دیتا تھا۔ بس اس سے زیادہ کی مجھے  
 خواہش نہیں۔

(صورت غائب ہو جاتی ہے)

ابلیس :- انجام تک سبر کرو۔ پھر جیسے چاہو۔ انتخاب کر لینا۔

(چڑیل سے)

اب واپس روم کی طرف چلو۔

چڑیل :- ہاں۔ واپس روم کی طرف۔ اور واپس۔ وہاں سے پھر واپس۔

گیت

وہ ٹائیسر کی سُرخ دھارا کے قریب کھڑی ہے۔ وہ دروازہ

جس کی وہ نگہبانی کر رہی ہے۔ محبت کا آخری مرقہ ہے

وہ نہری چھاتیاں خون سے رنگین ہیں سراس خون سے

جو روم کے تباہ شدہ سینہ سے نچوڑا گیا تھا۔

(گیت کے درمیان میس لینا کی صورت نظر آتی ہے)

ابلیس :- دیکھو وہ کھڑی ہے۔ خواہشات نفسانی کی لونڈی۔ جس نے تخت بیچ دیا

تاکہ عصمت فردشی کا تاج پہن سکے۔ خوش آمدید۔ میس لینا۔ جس کی لابی

لابی سفید باہیں روم کے عیاشوں کو ہر رات اپنے سینے سے پٹایا کرتی

کھپیں۔ وہ لہہائے لعیں بیشمار خونین طشتروں میں سے محبت کی شراب

پی چکے ہیں۔ لیکن پئے جا۔ اور پئے جا۔ ابھی میرا آقا جام لئے گھڑا ہے۔

فادرٹ :- نہیں۔ اسے جانے دو۔ اس کا حسن میرے لئے کوئی جاذبیت نہیں

رکھتا۔



ابلیس :- اچھا۔ تو پھر ضیافت کو ختم سمجھو۔ اب بتاؤ۔ تم کسے منتخب کرنا چاہتے ہو؟  
 چڑیل :- میرے آقا۔ ذرا ٹھہرو۔ ابھی ایک رہ گئی۔ آخر میں مگر بہترین۔  
 ابلیس :- بد بخت۔ کیا تو مجھے دھوکا دینا چاہتی ہے؟  
 چڑیل :- آپ ملاحظہ فرمائیں۔

(میسالینا کی صورت غائب ہو جاتی ہے۔  
 جبکہ گیت دوبارہ شروع ہوتا ہے)  
 گیت

موسم بہار آتا ہے۔ موسم بہار رخصت ہوتا ہے۔

نیلوفر گلاب میں تبدیل ہوتا ہے۔

اب موسم بہار چلا گیا۔ موسم گرما ختم ہو چکا ہے۔

نیلوفر کا پھول مردہ ہے۔ اور گلاب بھی افسردہ ہے۔

(گیت کے دوران میں مارگریٹ کی تنہا صوت

دکھائی دیتی ہے۔ اسکے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں

پڑی ہیں۔ اسکا مردہ بچہ اس کے پاؤں کے قریب

پڑا ہے)

ابلیس :- (چڑیل سے) خبیث بڑھیا۔ میں تجھے جہنم میں ڈالوں گا۔

چڑیل :- آقا۔ مجھے قیمت وصول ہو گئی۔

(ایک وحشیانہ چیخ کیساتھ وہ ہوا میں اڑتی

ہے۔ اولیٰ خلیج کے پار غائب ہو جاتی ہے)

فائوسٹ :- ارے! یہ تو مارگریٹ ہے! مجھے ماضی سے کیا مطلب؟ مجھے قبروں

میں سے اکٹھا کرنے والی حسین شہزادیوں سے کیا سروکار؟ میری آنکھیں



اس حسین و حبیل ہستی کے سوائے اور کسی کو نہیں دیکھ سکتیں۔ مگر اس کے پاؤں کے قریب یہ منجمد سی چیز کیا پڑی ہے؟

ابلیس:- یہ چیز جو اس کے قریب پڑی ہے۔ تجھے معلوم ہونی چاہیے۔  
 فائوسٹ:- اس کی آنکھیں مجھ سے برگشتہ کیوں ہیں! مارگریٹ۔ ہٹھکرو! جہنم  
 کی خلیج کے پار بھی میں تجھ تک اڑ کر پہنچوڑگا۔ چلو۔ مجھے اس نہ ندان میں  
 لے چلو۔ جہاں وہ قید ہے۔ اس کی تکلیف میری تکلیف ہے۔ اس کے  
 گناہ کی تمام تر پاداش مجھے ملنی چاہیے۔ ہاں اور یا مجھے اس کا علاج  
 کرنا چاہیے۔ اس کے پاس! اس کے پاس لے چلو۔ مجھے لے چلو۔ چلو، چلو،  
 (بجلی کی گرج سنائی دیتی ہے۔ اور یہ کایک  
 خلیج میں چڑھتے ہیں جمع ہو جاتی ہیں۔ جو بجلی  
 کی کرپک کے اندر چمکتی ہیں۔ جبکہ فائوسٹ  
 اور ابلیس غائب ہو جاتے ہیں)





# منظر دوم

ابلیس :- قید خانہ کی کوٹھڑی

(مارگریٹ منتھکریڈوں میں جکڑی ہوئی گھاس  
پھوس کے ڈھیر پر ہوش پڑی ہے۔ قفل میں  
چابی کے گھومنے کی آواز سنائی دیتی ہے۔ اور  
فاؤسنٹ اور ابلیس داخل ہوتے ہیں)

ابلیس :- دیکھو۔ وہ پڑی ہے۔ جلدی کرو۔ اسے ہوش میں لاؤ۔ ہمیں یہاں سے  
فوراً بھاگ چلنا چاہیئے۔ قید خانہ کا داروغہ دوائی کے اثر سے مدہوش ہے۔  
لیکن میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ وہ کب جاگ اٹھے۔ اور ہمیں پکڑے۔  
فاؤسنٹ :- (مارگریٹ کو گھورتے ہوئے) آہ۔ رنج و اہم کی گھٹا میرے دل پر  
چھا رہی ہے۔ اور تو کھڑا ہوا اپنی شیطانی آنکھیں مٹکا رہا ہے۔ یہ تیرا  
کام ہے۔ کہ اس کو ہوش میں لائے۔ مگر یہ کیا شیطنت ہے۔ کہ وہ بچاری  
تو قید خانہ کی کوٹھڑی میں بند دکھوں۔ اور آنکھوں کا شکار ہوتی رہی۔  
اور تو نے اس کی یہ بربادی اور تباہ حالی میری آنکھوں سے پوشیدہ رکھی۔  
نہ صرف یہ بلکہ بے کیف عشقوں میں مجھے محو کئے رکھا۔

ابلیس :- یہ سب سے پہلی عورت نہیں ہے۔ جس کا یہ حشر ہوا ہو!



فاؤسٹ :- اسقاطِ حمل ! یہ سب سے پہلی عورت نہیں ! کیا سب سے پہلی عورت کی جانکنی کی تکلیف نے باقی تمام کے جرائم کا کفارہ ادا نہیں کر دیا تھا ؟  
اس ایک تکلیف کو ہی دیکھ کر میرا دل پاش پاش ہو رہا ہے ۔ اور تو ہزاروں کی دردناک حالت پر دانت زکال رہا ہے ۔

ابلیس :- جب تو اس کو ہلاکت و بربادی کے گڑھے میں گرتے نہیں دیکھ سکتا۔ تو کس برے پر شیطان کے ساتھ معاہدہ کیا تھا ؟ کیا میں زبردستی تیرے ساتھ وابستہ ہوا تھا ۔ یا تو نے مجھے مجبور کیا تھا ۔ آ اور بتا !

فاؤسٹ :- اس کو بچا ۔ ورنہ صدیوں کی لعنتیں تجھ پر پڑیں گی  
ابلیس :- اس کو بچاؤں ؟ مگر اس تباہی و بربادی کے گھاٹ اسے کس نے لگایا ؟ کس کے بوسوں نے اس کو اس گھاس پھوس کے ڈھیر پر لٹایا ؟ کس کی گر جوش ہم آغوشیوں نے اس کو یہ زنجیریں پہنائیں ؟

(فاؤسٹ دیوانوں کی طرح ادھر ادھر دیکھتا ہے)

کیا تو اب چاہتا ہے کہ برق و رعد کو قیام میں لے آئے ؟ مگر یاد رکھ تو ایسا نہیں کر سکتا،  
فاؤسٹ :- میں تجھے حکم دیتا ہوں ۔ کہ اس کو قید سے آزاد کر ۔

ابلیس :- اے رفیقِ القادیر قاتل ۔ اب یہی بہتر ہے ۔ کہ اپنے جاں بابِ شکار پر جذبات سے مغلوب ہو کر ٹسوے بہائے جا !

فاؤسٹ :- اسے آزاد کر ۔ ورنہ . . . . .

ابلیس :- تحمل سے کام لے ! اب میں باہر پہرہ دواں گا ۔ اور دارِ دفعہ کو گہری نیند میں محور کھوڑا گا ۔ لیکن زیادہ دیر تک نہیں ! تو اسے گھسیٹ کر اپنے ساتھ لے جا ۔ طلسمی گھوڑے باہر تیار ہیں ۔ جلدی کر ۔

فاؤسٹ :- اچھا ۔ جاؤ ! (ابلیس جاتا ہے)



(فاؤسٹ مارگریٹ کے قریب جاتا ہے۔ جسکے  
 بالی بکھرے ہوئے اور حالت خراب خستہ ہے۔  
 وہ چونک اٹھتی ہے)

مارگریٹ :- اوہ - وہ مجھے لینے کو آگئے ہیں۔ ابدترین موت !  
 فاؤسٹ :- مارگریٹ میں نہیں پھر ایک دفعہ رہا کرنے کیلئے آیا ہوں۔ آؤ۔ بھاگ  
 چلیں۔ مجھے اپنا ہاتھ دو۔ آؤ۔ اٹھو۔

مارگریٹ :- (اسکی طرف دیکھ کر) تو کون ہے ؟ اوہ۔ ابھی صبح تو نہیں ہوئی جناب،  
 مجھے صبح تک تو جینے کی ہمت دو۔ آہ۔ میں تو ابھی بالکل جوان ہوں۔ اور  
 خوبصورت بھی۔ لیکن یہ میری نادانی تھی۔

(فاؤسٹ ہتھکڑیوں کو کھولنے کی کوشش کرتا ہے)

میں نے آپ کا کیا بگاڑا ہے ؟ آپ مجھے کیوں جھنجھوڑ رہے ہیں ؟

فاؤسٹ :- مارگریٹ میری طرف دیکھو۔ میں ہوں تمہارا عاشق۔

مارگریٹ :- (اس کی جانب غور سے دیکھ کر) میں نے زندگی میں پہلے تجھے کبھی  
 نہیں دیکھا۔ مجھے چاہئے والا تو ایک ضرور تھا۔ مگر وہ یہاں کہاں ؟ وہ تو  
 یہاں سے کالے کوسوں دور ہوگا۔ آہ۔ میرے محبوب۔ کیا تو مجھ سے تنگ  
 آگیا تھا ؟

فاؤسٹ :- ان دلدز لفظوں کو سننے کے بعد کیا میں زندہ رہ سکتا ہوں ؟

مارگریٹ :- آہ ! مجھے اپنے بچے کو دودھ تو پلا لینے دو۔ مگر وہ تو اس کو لے گئے ہیں  
 اور لوگ میرے متعلق گلیوں میں گیت گارہے ہیں۔ انکو ایسا نہ کرنا چاہیئے۔

فاؤسٹ :- مجھے تیرے ساتھ ابدی محبت ہے۔

مارگریٹ :- دیکھو۔ وہ آرہا ہے۔ بدی کا مجسمہ، شیطنیت کا پتلا، جہنم بھڑک



رہا ہے۔ زور شور سے گرج رہا ہے۔ دیکھو۔ وہ اپنے شکار کی طرف پھسکا رہا ہے۔  
 فاؤسٹ :- مارگریٹ !

مارگریٹ :- آہ۔ یہ تو میرے دلدار کی آواز ہے۔ مارگریٹ ! بس اب تو میں جہنم کے  
 پکے ہوئے شعلوں کے درمیان بھی اس کے سینے پر ضرور لیٹوں گی۔ یہ وہی  
 ہے ! میں پھڑپھڑاہٹ سے دیکھ رہی ہوں۔ جس میں ہم دونوں مسرت و شادمانی  
 سے گلگشت کیا کرتے تھے۔

فاؤسٹ :- (اسے اٹھانے کی کوشش کرتے ہوئے) آؤ۔ چلی آؤ !  
 مارگریٹ :- کیا اب تیرا دل میرے بوسوں کی آفر و سے خالی ہو چکا ہے ؟ وہ بھی  
 دقت تھا۔ کہ تو میرے بوسے اس گر مجبوشی سے لیا کرتا تھا۔ کہ گویا مجھے بھینچ  
 کر مار ہی ڈالے گا۔

فاؤسٹ :- میری جان۔ میرے پیچھے پیچھے چلی آؤ۔  
 مارگریٹ :- لیکن کیا تو ہی وہ ہے۔ تو ہی !  
 فاؤسٹ :- میں ہی ہوں۔ آؤ چلی آؤ۔

مارگریٹ :- اپنی پیاری ماں کو میں نے قتل کر دیا۔ مگر صرف تیری محبت کی خاطر۔  
 فاؤسٹ :- یہ نہ کرنے کرو۔ مجھ سے یہ باتیں نہیں سنی جاتیں۔  
 مارگریٹ :- بچہ کو بھی۔ اپنے تخت جگر کو بھی میں نے ڈلوادیا ہے۔  
 فاؤسٹ :- مارگریٹ۔ جلدی کرو۔ جلدی۔ رات جا رہی ہے۔  
 مارگریٹ :- مگر وہ ابھی ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔ وہ ابھرنا چاہتا ہے۔ جلدی  
 کرو۔ اس کو پکڑو۔ بچاؤ۔

فاؤسٹ :- بس اب صرف ایک آدھ قدم باقی ہے۔ پھر تو آزاد ہو گی۔ مگر اب مجھ  
 کو صبر سے کام لینا چاہیئے۔



(وہ مارگریٹ کو پکارتا ہے۔ مگر اسکو اٹھا کر بے جا رہے)  
 مارگریٹ :- اوہو۔ جناب۔ آپ مجھے اس طرح کیوں پکارتے ہیں۔ گویا مالے ڈالتے ہیں۔  
 فاؤسٹ :- دن۔ دن۔ دن طلوع ہو رہا ہے۔  
 مارگریٹ :- ہاں۔ مگر یہ تو آخری دن ہے۔ ذرا ہجوم کی آواز سنو۔ وہ مجھے قتل کی  
 طرف دھکیل رہے ہیں۔ اب ہرگز دن پر وہ تیز دھار والی شمشیر لیز رہی ہے  
 جو میری گردن پر معنی ہے۔

(وہ اس کے بازوؤں میں گر پڑتی ہے)  
 فاؤسٹ :- آہ خدایا۔ وہ مر رہی ہے۔ آہ۔ میں اسے کبھی نہ چھوڑ دوں گا۔  
 (ابلیس جلدی سے داخل ہو کر)  
 ابلیس :- جلدی۔ جلدی۔ اب عشق بازی بند کرو۔ میرے گھوڑے صبح کی ٹھنڈی  
 ہوا میں کھڑے کانپ رہے ہیں۔ چلو۔

فاؤسٹ :- نہیں۔ وہ تو مر رہی ہے۔ وہ ٹھنڈی ہو رہی ہے۔  
 ابلیس :- اگر وہ ٹھنڈی ہو چکی ہے۔ تو اسے چھوڑ دو۔ اب ایک لمحہ بھی باقی نہیں رہا۔  
 فاؤسٹ :- میں اسے ہرگز نہ چھوڑ دوں گا۔ میں چھوڑ نہیں سکتا۔ مارگریٹ! مارگریٹ!  
 ابلیس :- کیا تو اسی کیسا تھرا بجان دینا چاہتا ہے؟  
 فاؤسٹ :- میں اسے چھوڑ نہیں سکتا۔

ابلیس :- زندہ ہستیاں تھما لے لئے آغوش کھولے انتظار کر رہی ہیں۔ تو کیوں  
 مردہ کے پاس کھڑا ہے؟

فاؤسٹ :- میرا پیچھا چھوڑو۔ میں نہیں جاؤں گا۔  
 ابلیس :- اچی آؤ۔ وہ تر دنازہ چہرے اور خوبصورت شکلیں آپ کیلئے موجود  
 ہیں۔ جنگی رگوں میں ابھی گرم گرم خون دوڑ رہا ہے۔



(مارگریٹ ختم ہو جاتی ہے)

فاؤسٹ :- آہ - وہ مر گئی ! بے حس و حرکت ہو گئی ! اسکا تمام بدن ٹھنڈا پڑ گیا ہے !  
ابلیس :- فاؤسٹ تو آئیکا یا نہیں ؟

فاؤسٹ :- ہرگز نہیں !

(ابلیس جاتا ہے)

ابلیس :- اچھا پھر الوداع !

(فاؤسٹ اسکو احترام کیساتھ بستر پر لٹا دیتا ہے)

اور اسکے بازو و ٹانگیں سیدھی کر دیتا ہے)

فاؤسٹ :- میں بھی تیرے ساتھ ہی جان دوں گا - کیونکہ میں تیرے بغیر زندہ رہ

نہیں سکتا - تیرے ضعف کے ساتھ میں ضعف محسوس کرتا ہوں - اور جلدی

جلدی تیرے ہمراہ ہی اس دنیا سے رخصت ہو رہا ہوں - تیرے بعد میرا

دل بیٹھا جا رہا ہے - ڈوب رہا ہے - میرا خون تیرے خون کے پیچھے پیچھے آ رہا

ہے - کیا تیرے دل کی حرکت بند ہو گئی ہے ؟ میرے دل کی حرکت بھی سست

سے سست تر ہوتی جا رہی ہے - کیا تیری نبض بند ہو چکی ہے ؟ میری نبض بھی

دھیمی ہو رہی ہے ! جہاں کہیں بھی تو جائیگی - میں تیرے ساتھ جاؤں گا - خواہ

تو مجھے جنت الفردوس کی بلندیوں بس لے جائے - یا میں تجھے جہنم کی پستیوں میں

گراؤں - مارگریٹ ! مارگریٹ ! میں تیرے پیچھے پیچھے آتا ہوں - اور اس سرسٹ

دوڑ میں تیرا تعاقب کر رہا ہوں - آہ ! میری نگاہوں میں دنیا تاریک ہو رہی ہے

(ابلیس اسی پوشاک میں نمودار ہوتا ہے جو اس

نے آغاز تمثیل میں پہنی ہوئی تھی)

کیا یہی موت کا پردہ ہے ! کیا میں تجھ کو ہی دیکھ رہا ہوں - ابلیس ؟

یا کسی بزرگتر فرشتے کو ؟ اب مجھے خندہ استخفاف اور متزلزل قدم دکھائی



نہیں دیتے۔ میں محسوس کرتا ہوں۔ کہ تو بدی ہے۔ اور بدی کا ہی شاندار  
غیر فانی جامہ زیب تن کئے ہوئے ہے۔ بتا۔ تو اب کیسے آیا؟  
ابلیس :- فاؤسٹ۔ اپنا معاہدہ یاد رکھ۔ اگرچہ میں نے تجھے پھنسانے کیلئے  
ایک دلپذیر صورت اختیار کر رکھی تھی۔ مگر یاد رکھ۔ میں وہ ہستی ہوں  
جس نے خالق اکبر سے بغاوت دسکشی کی۔ اور جس کے ساتھ گردوڑوں  
فرشتوں نے بغاوت کی۔ یہ دیکھ بھلی کے زخم اور پتہ مردہ گال۔ تو میرے  
ہی ساتھ تو نے معاہدہ کیا تھا۔

فاؤسٹ :- اگرچہ مجھے مرنا ہے۔ لیکن تو مجھ کو مرعوب نہیں کر سکتا۔ خواہ تو مجھے  
جہنم کے جلا دینے والے شعلوں اور اس کی ہمیشہ بھڑکنے والی آگ کا حال  
اپنی شعلہ ریز زبان سے سنائے۔ یا وہ غطیوں کی طرح دردناک عذاب کے دل  
ہلا دینے والے نقشے کھینچے۔ کیا تو سمجھتا ہے کہ میں مان جاؤں گا۔

ابلیس :- وہ جہنم جس میں تجھے رہنا ہو گا۔ عام لوگوں کے دوزخ سے مختلف ہو گا۔ جس  
طرح دنیوی زندگی میں میں نے دل دھان کے ساتھ تیری خدمت کی۔ مرنے  
کے بعد اسی طرح تو میرا غلام ہو گا۔ سن۔ خودناک کاموں پر تجھے بھیجا جائیگا۔  
روح کے ساتھ بدی کرنے کیلئے تجھے سفر کرنا ہو گا۔ دوشیزہ لڑکیوں کے کانوں  
میں ایسی ایسی سرگوشیاں کرنی ہونگی۔ جن کے زیر اثر وہ مصیبت پر آمادہ  
ہو جائیں۔ مایوسوں کو خودکشی کا راستہ دکھانا ہو گا۔ قاتلوں کو ارتکاب جرم  
کا حوصلہ دلانا ہو گا۔ بچوں کے مضبوط دلوں میں گندے خیالات بھرنے ہونگے  
اور عواکی بیٹیوں کو خوارشات نفسانی کا سبب دکھا کر بلندی سے پستی میں گرانا  
ہو گا۔ میخانوں میں تو دوسروں کی نظروں سے پوشیدہ جام اڑائیکا۔ اور زندوں  
کو اور پینے پر اکسائیکا۔ کلیوں میں گلگونہ پوش رخسار والی عورتوں کو بغل میں



لئے ٹہنتا پھر لگیا۔ بس فاؤنٹین! اس طرح تیری ابدی زندگی انسانی رد و حل کو گمراہ اور ناپاک کرنے میں بسر ہوگی۔ اور تو دنیا کے اندر ہر طرف دکھ۔ پشیمانی۔ گمراہی اور دیوانگی پھیدتا پھر لگیا۔ یہی تیرا مادہ تھا۔ اور یہی تجھے پورا کرنا ہوگا۔

فاؤنٹین :- تو بہ! تو بہ! کس قدر دہشتناک اور قابل نفرت زندگی ہے! لیکن میں تیرا حکم نہیں مان سکتا۔ کیا تو نے اپنا وعدہ پورا کیا ہے؟ کیا تو نے ایک صرف ایک ساعت بھی ایسی مجھے دکھائی ہے جسکو دیکھ کر میں پکار اٹھا ہوں۔ ٹھہرو۔ ٹھہرو۔ تم نہایت حسین و جمیل ہو۔

ابلیس :- وہ ساعت آئیگی۔ ضرور آئیگی۔ میری خدمات ختم نہیں ہو چکیں۔ ابھی بیستہ سال باقی ہیں۔ تب کہیں تو زندگی کا بریز جام نوش کر سکیگا اٹھو اور آگے چلو۔

فاؤنٹین :- کس قدر فرسودہ اور بوسیدہ وہ زندگی تھی جو تو نے مجھے دی۔ ان نرٹ نئی فانی عشقوں کے درمیان گھومتا پھرا۔ میں حرص و ہوا کا دامن دراز ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ انجام کار طبیعت ان نوشیوں سے متنفر ہو گئی۔ اسی طرح جو زندگی تو دکھانا چاہتا ہے۔ وہ بھی ایسی ہی فرسودہ اور بیزار کن ہوگی۔ اگرچہ سالہا سال تک تیرے دامن کے ساقف وابستہ رہنا ابھی میرے مقدّر میں ہو۔ لیکن میری روح کو تازہ پروبال مل چکے ہیں۔ اور وہ اس برق رفتاری سے بلندی کی طرف محور پرواز ہے۔ کہ وقت کو بھی پیچھے چھوڑے جا رہی ہے۔

وہ پھول جسے میں نے مسل ڈالا۔ اور اپنے پاؤں کے نیچے کھل دیا۔ دیکھو۔ وہ کس طرح بہشت کی سکون بخش فضا میں از سر نو پھوٹ کر کھلتے لگا



ہے۔ رات کی تاریکی کے پار مجھے صبح صادق کا نور دکھائی دے رہا ہے۔  
 اس تباہی میں سے جو میرے ہاتھوں بچا ہوگی۔ پاک و صاف ہو کر میری  
 روح بھی اسی طرف جائیگی۔ جدھر اُسکی روح گئی ہے۔ آہستہ آہستہ  
 گزرنے والے سال جو مجھے اس دیرانہ دنیا کا قیدی بنائے ہوئے ہیں۔  
 اگرچہ اپنے دامن میں تمام زمانہ کو سیٹھے ہوئے ہوں۔ پھر بھی وہ اس کام  
 کیلئے جو مجھے ابھی کرنا ہے۔ ناکافی ہیں۔ اٹھو اور آگے بڑھو۔ اٹھو اور آگے  
 بڑھو۔ میں اخیر تک معاہدہ پورا کر دوں گا۔ مگر میں جنگ کرتے ہوئے اوپر کو  
 جاؤں گا۔ لڑتے لڑتے آسمان تک پہنچوں گا۔ اور ہمیشہ اوپر ہی اڑتا رہتا ہوا اسکے  
 پیچھے جاؤں گا۔ ابلیس۔ میں تیرے قریب سے گزر کر ہمیشہ اوپر ہی اڑتا رہتا  
 ہوا اس عودت کی روح تک جا پہنچوں گا۔ اب کتنا وقت باقی ہے۔ کتنا وقت؟  
 (مواہیں اڑتے ہوئے بادل سیلج کو چھپاتے ہوئے  
 اوپر چڑھتے ہیں۔ یہاں تک کہ پہلا منظر وہی مشترکہ  
 پہاڑ پھر دکھائی دینے لگتا ہے۔ اس تبدیلی  
 کے دوران میں اوپر سے نادیدہ فرشتوں کا گانا  
 سنائی دیتا ہے۔)

### گیت

انسانی دنیا کے اُن گنت سال بھی تیرے ایک دن کے آگے  
 کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔ وہ دن جو ازل سے بھی پہلے طلوع  
 ہوا۔ اور آج تک اسی طرح روشن اور درخشاں ہے۔ گزرنے  
 والی صدیاں آگے ہی آگے نہ ختم ہونے والی پرواز میں  
 اُڑتی چلی جا رہی ہیں۔ اس مقام کی طرف جہاں تیرے گھر



کی مشعلیں ابد کے آستانہ کو منور کر رہی ہیں۔“

(جب منظر صاف صاف نظر آتا ہے۔ تو مارگریٹ  
سفید پوشاک پہنے اسرافیل کے پاؤں کے پاس  
بیٹھی دکھائی دیتی ہے۔ باقی فرشتے بھی موجود ہیں  
ابلیس نیچے ہی رہتا ہے)

ابلیس :- دیکھو میں اس مشترکہ سرزمین پر پھر نمودار ہوتا ہوں۔ تاکہ خدا تعالیٰ سے  
فاؤنٹ کی روح طلب کروں۔ کیا میں نے بازی جیت نہیں لی؟ کیا میں نے  
ایک اعلیٰ اور مقدس روح کو لاہوت کی بندیوں سے نیچے کھینچ کر اپنی مرضی کے  
مطابق شہوات نفسانی اور ہوس رانی کی ناسوتی لپستیوں میں نہیں گرا دیا؟ کیا اس  
خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندے۔ اس شہرہ آفاق علامہ۔ اس مائیدار فلسفی نے  
ایک دوشیزہ کو بہکا کر کے اس کو رسوائی و بدنامی کی موت نہیں مارا؟ اپنے  
ہاتھوں سے اس کی ماں کو زہر نہیں دیا؟ اور اس کے بچے کو غرق نہیں کرایا؟ نیز  
کیا اس نے اپنے ہاتھ سے اس کے بھائی کو قتل نہیں کیا؟ اب بتاؤ۔ کیا میں  
نے اس کی روح کو ظلمت کیلئے جیت نہیں لیا؟ کیا میں نے دنیا کی اس عظیم باری  
میں فتح نہیں پائی؟ بولو۔ جواب دو؟!

(ایک فرشتہ سب سے اونچی چوٹی پر نازل ہوتا  
ہے۔ جیسے کہ آواز میں ہوا تھا)

فرشتہ :- دنیا کی عظیم بازی تو نے ہار دی ہے۔ اور گمراہ کرنے اور بہکانے کی کوشش  
میں تو نے ایک روح کو بچا لیا ہے۔ جب تو نے اپنے ناپاک مقصد کے حصول  
کی خاطر اس کے دل میں مارگریٹ کی محبت کی آگ بھڑکائی۔ اور اس کی خواہش  
لفسانی کو ابھارا۔ یہاں تک کہ ان دونوں نے گناہ کا ارتکاب کیا۔ لیکن اس



گناہ نے ان کو اس طرح ڈھانپ لیا۔ کہ ان کے بائیں ایک بلند تر اور پاکیزہ تر محبت پیدا ہو گئی۔ جہاں پہلے صرف ان کے جسم ہی محبت کی آگ میں بھن رہے تھے۔ اب ان کی روحیں بھی اس کی روشنی سے منور ہو گئیں۔ جو آگ تھی۔ وہ نور بن گئی۔ پہلے جو ان کو محسوس رہی تھی۔ اب اس نے دونوں کو درخشاں کر دیا۔ تو نے اس کو اعلیٰ پرواز کا رستہ دکھا دیا ہے۔ تو نے اس کے اندر روحانی بلندیوں پر پہنچنے کی خواہش از سر نو پیدا کر دی ہے۔ اور تو نے ہی عورت کی روح کے ذریعے اس کی بھولی بھٹکی روح کو اس کے اصلی مکان تک پہنچا دیا ہے۔

(فرشتے فادسٹ کی روح کو اوپر مار گریٹ

کسٹریف بجاتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں)

یہاں اب فرشتوں کے ہاتھوں پر اس کی روح فضا کو طے کرتی ہوئی اوپر جا رہی ہے۔ جہاں اسکی محبوبہ آنغوش شوق داکٹے اس کے استقبال کے لئے چشم براہ ہے۔

ابلیس :- اگرچہ بدی کیلئے میری کوششیں نیکی پر منتج ہوتی ہیں۔ لیکن میں پھر بھی خدا کیساتھ اپنی جنگ جاری رکھوں گا۔

(پہرہ ۵)

ت

دین محمدی پریس لاہور میں باہتمام ملک محمد عارف خاں پرنٹر چھپا اور حکیم محمد یوسف حسن پبلشر نے ہندوستانی لٹریچر کمپنی فلمنگ ڈولہ پور سے شائع کیا



جملہ حقوق محفوظ ہیں

قیمت ۷۰